قُلۡ اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ ۚ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیۡمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر: ابو سعید

Online Edition

جمعرات 30 جولائی 2020ء | 09 ذوالحجہ 1441 ہجری قمری | جلد:2 | شمارہ:181

فرمانِ رسول ﷺ

ابن ازہر کے غلام ابوعبید نے بیان کیا کہ وہ بقرعید کے دن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ساتھ عید گاہ میں موجود تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے خطبہ سے پہلے عید کی نماز پڑھائی پھر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور خطبہ میں فرمایا: اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں ان دو عیدوں میں روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے ایک وہ دن ہے جس دن تم (رمضان کے) روزے پورے کر کے افطار کرتے ہو (عید الفطر) اور دوسرا تمہاری قربانی کا دن ہے۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر 5571)

”حضرت ابن عمر اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما ذوالحجہ دس دنوں میں بازار کی طرف نکل جاتے اور لوگ ان بزرگوں کی تکبیرات سن کر تکبیر کہتے۔ محمد بن باقر رحمہ اللہ نفل نمازوں کے بعد بھی تکبیر کہتے تھے۔

(صحیح بخاری، حدیث نمبر:969)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص عیدین کی راتوں میں ثواب کی نیت سے اللہ کی عبادت کرے گا، تو اس کا دل نہیں مرے گا جس دن دل مردہ ہو جائیں گے۔

(سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:1782)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحاتِ قلم

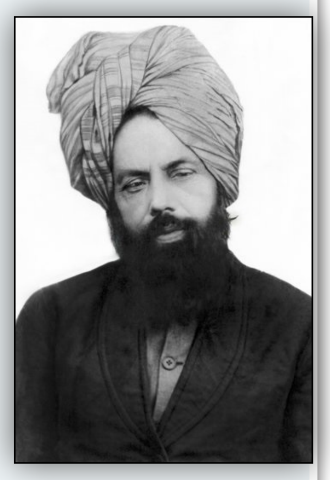

مسیح موعودؑ کے ذریعہ خانہ کعبہ کی حفاظت

صاحبزادہ سراج الحق صاحب نے عرض کیا کہ حضور میرے ایک دوست نے لکھا ہے کہ تم تو حج کرنے کو گئے ہوئے ہو مگر ہمیں بھلا دیا ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا:۔

اصل میں جو لوگ خدا کی طرف سے آتے ہیں ان کی خدمت میں دین سیکھنے کے واسطے جانا بھی ایک طرح کا حج ہی ہے۔ حج بھی خدا تعالیٰ کے حکم کی پابندی ہے اور ہم بھی تو اس دین اور اس کے گھر یعنی خانہ کعبہ کی حفاظت کے واسطے آئے ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے جو کشف میں دیکھا تھا کہ دجال اور مسیح موعود اکٹھے طواف کر رہے ہیں اصل میں طواف کے معنے ہیں پھرنا تو طواف دو ہی طرح کا ہوتا ہے ایک تو رات کو چور پھرتے ہیں یعنی گھروں کے گرد طواف کرتے ہیں اور ایک چوکیدار طواف کرتا ہے مگر ان میں فرق یہ ہے کہ چور تو گھروں کو لوٹنے اور گھروں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اور چوکیدار ان گھروں کی حفاظت اور بچاؤ اور چوروں کے پکڑنے کے واسطے طواف کرتے ہیں۔ یہی حال مسیح اور دجال کا ہے۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ ۱۲۲)

آپ حج کیوں نہیں کرتے

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا: میرا پہلا کام خنزیروں کا قتل اور صلیب کی شکست ہے۔ ابھی تو میں خنزیروں کو قتل کر رہا ہوں۔ بہت سے خنزیر مرچکے ہیں۔ اور بہت سے سخت جان ابھی باقی ہیں۔ ان سے فرصت اور فراغت تو ہولے۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۲۸۳)

ارشادِ باری تعالیٰ

اَلۡحَجُّ اَشۡہُرٌ مَّعۡلُوۡمٰتٌ ۚ فَمَنۡ فَرَضَ فِیۡہِنَّ الۡحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَ لَا فُسُوۡقَ ۙ وَ لَا جِدَالَ فِی الۡحَجِّ ؕ وَ مَا تَفۡعَلُوۡا مِنۡ خَیۡرٍ یَّعۡلَمۡہُ اللّٰہُ ؕ وَ تَزَوَّدُوۡا فَاِنَّ خَیۡرَ الزَّادِ التَّقۡوٰی ۫ وَ اتَّقُوۡنِ یٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ

(سورہ بقرہ:198)

حج چند معلوم مہینوں میں ہوتا ہے۔ پس جس نے ان (مہینوں) میں حج کا عزم کر لیا تو حج کے دوران کسی قسم کی شہوانی بات اور بدکرداری اور جھگڑا (جائز) نہیں ہوگا۔ اور جو نیکی بھی تم کرو اللہ اسے جان لے گا۔ اور زادِ سفر جمع کرتے رہو۔ پس یقیناً سب سے اچھا زادِ سفر تقویٰ ہی ہے۔ اور مجھ ہی سے ڈرو اے عقل والو۔

فرمان خلیفۂ وقت

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو عقل اور سمجھ دے لیکن میں احمدیوں سے یہ کہتا ہوں کہ ان کو تو پتہ نہیں یہ عقل اور سمجھ آئے کہ نہ آئے لیکن آپ میں سے ہر بچہ، ہر بوڑھا، ہر جوان، ہر مرد اور ہر عورت بیہودہ کارٹون شائع ہونے کے ردّ عمل کے طور پر اپنے آپ کو ایسی آگ لگانے والوں میں شامل کریں جو کبھی نہ بجھنے والی آگ ہو، جو کسی ملک کے جھنڈے یا جائیدادوں کو لگانے والی آگ نہ ہو جو چند منٹوں میں یا چند گھنٹوں میں بجھ جائے۔ اب بڑے جوش سے لوگ کھڑے ہیں (پاکستان کی ایک تصویر تھی) آگ لگا رہے ہیں جس طرح کوئی بڑا معرکہ مار رہے ہیں۔ یہ پانچ منٹ میں آگ بجھ جائے گی، ہماری آگ تو ایسی ہونی چاہئے جو ہمیشہ لگی رہنے والی آگ ہو۔ وہ آگ ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق و محبت کی آگ جو آپؐ کے ہر اسوہ کو اپنانے اور دنیا کو دکھانے کی آگ ہو۔ جو آپ کے دلوں اور سینوں میں لگے تو پھر لگی رہے۔ یہ آگ ایسی ہو جو دعاؤں میں بھی ڈھلے اور اس کے شعلے ہر دم آسمان تک پہنچتے رہیں۔۔۔

پس یہ آگ ہے جو ہر احمدی نے اپنے دل میں لگانی ہے اور اپنے درد کو دعاؤں میں ڈھالنا ہے۔ لیکن اس کے لئے پھر وسیلہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی بننا ہے۔ اپنی دعاؤں کی قبولیت کے لئے اور اللہ تعالیٰ کے پیار کو کھینچنے کے لئے، دنیا کی لغویات سے بچنے کے لئے، اس قسم کے جو فتنے اٹھتے ہیں ان سے اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو دلوں میں سلگتا رکھنے کے لئے، اپنی دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار درود بھیجنا چاہئے۔ کثرت سے درود بھیجنا چاہئے۔ اس پُرفتن زمانے میں اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈبوئے رکھنے کے لئے اپنی نسلوں کو احمدیت اور اسلام پر قائم رکھنے کے لئے ہر احمدی کو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی سختی سے پابندی کرنی چاہئے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا (الاحزاب:57) کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجا کرو کیونکہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔۔۔۔۔۔

(خطبہ جمعہ ۱۰ فروری ۲۰۰۶ء) (الفضل انٹرنیشنل 3 تا 9 مارچ 2006ء)

اس شمارہ میں

- عید اضحیٰ مبارک
- شعائر اللہ کی تعظیم وتکریم
- حج بیت اللہ اور عید الاضحیٰ
- یوم العرفات کو دعا۔ خطبہ الہامیہ کا نشان اور قربانی کی حقیقت

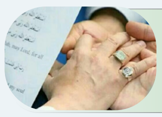

دربارِ خلافت

(جرمنی میں واقفاتِ نو اور واقفین نو کی کلاسیں 29/اگست 2007ء منعقد ہوئیں۔اس میں سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی بیان فرمودہ بعض نصائح پیش ہیں۔)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا کہ ایک بنیادی چیز ہمیشہ یاد رکھیں، لڑکیو! تم واقفات نو ہو اور جماعت کے لئے کام کرنا ہے۔ پیسے کے لئے پڑھائی نہیں کرنی۔ اس لئے جو بھی پڑھائی کرنی ہے جماعت کے لئے کرنی ہے تا کہ جماعت کے کام آئیں اور اپنی جو آئندہ گھریلو زندگیاں ہیں ان کے کام آئیں۔ آئندہ نسلوں کے کام آئیں۔ اس لئے یہ نہ سمجھیں کہ ہم ڈگری لے لیں گی یا PHd کر لیں گی یا ریسرچ میں چلی جائیں گی اور پھر ضرور (اسی فیلڈ میں جا کر) وہی کام کرنا ہے۔ پیسے کمانے کی نیت سے نہ پڑھو بلکہ علم حاصل کرنے کی نیت سے پڑھو تا کہ اس سے آگے تم جماعت کو فائدہ پہنچا سکو۔ جماعت کی نسلوں کو فائدہ پہنچا سکو۔

ایک بچی نے سائیکالوجی پڑھنے کے بارہ میں حضور انور سے رہنمائی حاصل کی۔حضور نے فرمایا کہ اچھی بات ہے پڑھو۔سائیکالوجی پڑھنی چاہئے۔ As a subject ہے کوئی بات نہیں۔ پڑھانے کے لئے بھی کام آسکتی ہے اور ویسے بھی سائیکالوجی پڑھ کر کچھ مضمون لکھ سکتی ہو تم۔ سائیکالوجی ٹیچنگ میں کام آسکتی ہے، ٹریننگ میں کام آ سکتی ہے۔ بہت فائدہ ہے۔

ایک بچی نے حضور انور سے عرض کیا کہ میرا انٹرسٹ (Interest) کیمسٹری میں ہے کیا مَیں کرلوں؟ اس پر حضور نے فرمایا کہ اگر تمہارا انٹرسٹ کیمسٹری میں ہے تو کیمسٹری میں ماسٹرز کرو تا کہ پڑھا سکو۔ پھر یہ ضروری نہیں کہ تمہیں جرمنی میں رکھا جائے کہیں بھی بھیجا جا سکتا ہے۔ چلی جاؤ گی نا؟ بچی نے جواب دیا ہاں جی حضور ضرور۔ حضور نے فرمایا چاہے افریقہ بھیج دیں یا پاکستان یا انڈیا یا ساؤتھ امریکہ بھیج دیں؟ بچی نے جواب دیا کہ بھیج دیں۔

ایک بچی نے سوال کیا کہ ٹیچنگ کے لئے دو مضامین لینے پڑتے ہیں، کون سے لیں؟ حضور نے دریافت فرمایا کہ سائنس میں انٹرسٹ ہے؟ بچی نے کہا تھوڑا بہت۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ پھر انگلش لے لو اور تم ساتھ ہسٹری لے لو۔ ایک اور بچی نے پوچھا کہ کیا مَیں انگلش اور اسلامیات لے لوں؟ حضور نے فرمایا ٹھیک ہے، بڑی اچھی بات ہے۔

سات بج کر بیس منٹ پر کلاس کا اختتام ہوا۔حضور نے بچیوں کو فرمایا کہ اب کھڑی ہو جائیں۔ پھر حضور نے ہر بچی کو اپنی دس شرائط بیعت والی کتاب اپنے دستخطوں کے ساتھ بطور تحفہ عنایت فرمائی۔ چونکہ ایک گھنٹہ بیس منٹ کی کلاس تھی بعض بچیوں کی ٹانگیں زیادہ دیر تک بیٹھنے کی وجہ سے سُن ہوگئیں اور چلنے میں دقّت پیش آرہی تھی اس پر حضور انور نے پاؤں کی اُنگلیاں ہلاتے رہنے کی ہدایت فرمائی۔ ایسا کرنے سے گرنے سے بچا جا سکتا ہے۔

(بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 14/ستمبر تا 20/ستمبر 2007ء)

آج کی دعا

رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ

(سورۃ النمل:20)

ترجمہ: اے میرے رب! مجھے توفیق بخش کہ میں تیری نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تونے مجھ پر کی اور میرے ماں باپ پر کی اور ایسے نیک اعمال بجالاؤں جو تجھے پسند ہوں اور تو مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیکوکار بندوں میں داخل کر۔

یہ قرآنِ مجید میں مذکور حضرت سلیمانؑ کی خدا کے انعاموں پر شکریہ کی بہت ہی پیاری دعا ہے۔حضرت سلیمانؑ خدا کے نبی بھی تھے اور بادشاہِ وقت بھی۔ایک موقع پر جب آپؑ کا لشکر وادئ نملہ کے پاس سے گزرا اور وہ قوم آپؑ کے لشکر کی ہیبت سے اپنے گھروں میں بند ہوگئی تب آپؑ نے یہ دعا کی تھی۔

ایک نبی کی یہ پیاری دعا ہمیں سکھاتی ہے کہ سب جاہ و جلال اور شان وشوکت خدا کی ہی عطا کردہ ہے اور ہر حال میں اس کی یاد ہماری حرزِجان ہونی چاہئے۔

(مرسلہ: قدسیہ محمود سردار)

خلاصہ خطبہ عید الاضحیٰ

(1924ء میں جبکہ حضور خلیفۃ المسیح (حضرت مصلح موعودؓ) ولایت تشریف لے گئے تھے تو قادیان میں عید الاضحیٰ کا خطبہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے پڑھا تھا۔ یہ اشعار اُس خطبے کے ہیں جو حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحبؓ نے بطور خطبہ کے خلاصہ کے تحریر فرمائے تھے۔)

ایکہ داری عزمِ تائیداتِ دیں
یاد رکھ اس بات کو تُو بالیقیں
کوئی قُربانی بجز تقویٰ نہیں
اور بِلا قُربانی کچھ مِلتا نہیں
بے محبت جُملہ قُربانی فُضول
مُتّقی کی صرف ہوتی ہے قَبول
اِمتحانِ عشق ہیں قُربانیاں
پر وہی جن میں ہو تقویٰ کا نِشاں
متّقی اللہ کا محبوب ہے
اس کا تھوڑا بھی بہت مرغُوب ہے
ہر عمل میں اپنے اے جانِ پدر
لَنْ یَّنالَ اللہ پر رکھیو نظر
گوشت کا اور خون کا ہے کام کیا
یاں تو بس تقویٰ سے حاصل ہو رضا
تو وفا کو سیکھ ابراہیمؑ سے
جس نے بیٹا رکھ دیا خنجر تلے
عشق کے کوچے کا ہے پہلا سوال
’’لائیے ناموس و عزّت جان و مال‘‘
گر ذرا بھی ہو تامُّل سے جواب
مُدّعی کا ہو گیا خانہ خراب
عشق و تقویٰ کا نہ تھا باقی نِشاں
لائے اُن کو احمدؑ آخِر زَماں
گر تجھے ہے چاشنی اس راہ کی
داخِل حزب خدا ہو جا ابھی
چاہتا ہے قُرب گر، قُربان ہو
تا کہ تو حیوان سے اِنسان ہو
چند چند از حکمتِ یونانیاں؟
حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں

(الفضل 31جولائی 1924ء بحوالہ بخار دل صفحہ 56-57)

عیدالضحیٰ مبارک

(قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل)

تشحیذ الاذہان ماہ نومبر 1912ء میں عیدالضحیٰ مبارک کے نام سے ایک طویل معلوماتی مضمون اسسٹنٹ ایڈیٹر صاحب قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل کا لکھا ہوا شائع ہوا ہے جسے کسی قدر اختصار کے ساتھ الفضل کے قارئین کے لئے شکریہ کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

1۔قربانی کارواج تمام قوموں میں: نورالدین میں بحوالہ انسائیکلو پیڈیا برطانیکا مرقوم ہے کہ ایران، انڈیا، یونان، روم، عرب، افریقہ، قدیم امریکہ اور روما میں قربانی کا عام رواج تھا۔عبرانیوں میں بھی شکریہ، کفارہ، حمد الٰہی کے لئے، لڑکے کے تولد، ختنہ، شادی پر اور مہمان کے آنے پر فتحمندی، زمین کے جوتنے، کنوئیں کی بنا، بنیاد عمارت، باہمی معاہدہ، مردہ کی سالانہ رسم، شکار کے بعد اور جب کسی کا جانور پہلا بچہ دے قربانی ہوا کرتی تھی بابلیوں میں انسان کی قربانی کا رواج تھا۔ روما میں سؤر کی، انگلستان میں دوروایڈین قوم میں قربانی تھی اور انڈیا کی تمام اقوام میں قربانیاں ہوتی تھیں۔

غرض کوئی قوم کوئی مذہب اس بات سے انکار نہیں کرسکتا کہ اس میں کسی نہ کسی پہلو سے قربانی کا رواج نہیں یا نہ تھا۔ بائبل کو پڑھ جاؤ۔ جابجا قربانی کا ذکر ہے۔ قابیل اور ہابیل کی قربانی اور پھر اس پر قتل تک نوبت پہنچنا تو بہت ہی مشہور ہے وید بھی قربانیوں کے ذکر سے خالی نہیں۔ مہارشی دیوندر ناتھ ٹھاکر جی کی ایک کتاب کا ترجمہ شردھے پرکاش دیو جی نے اردو میں کیا ہے اس کے صفحہ 60میں لکھا ہے کہ جو چیزیں خود ان (ہندوؤں) کو پسند تھیں انہی کی اگنی میں آہوتی دیتے تھے مثلاً گوشت، چاول کی روٹی، گھی دودھ۔صفحہ 63میں ہے کہ گھوڑے، بکرا، بھیڑ وغیرہ حیوانوں کے خاص خاص حصے دیوتاؤں کو آہوتی دیتے تھے۔یعنی پرانے ہندو بھی مسلمانوں کی طرح جانوروں کی قربانی کرتے تھے۔ اس پرانے رواج کی یادگار اب بھی کئی مندروں میں قائم ہے۔ جے پور میں ہر روز ایک بکرے کی قربانی ہوتی ہے اسی طرح ایک اور جگہ دھرمپال میں قربانیوں کی کثرت کی وجہ سے مکھیوں کی بھنبھناہٹ کا ذکر کرتا ہے۔ اسے جانے دو۔ اگنی کنڈ میں اگنی دیوتا کے لئے جو کچھ ڈال دیا جاتا ہے اس میں شہد اور کستوری شامل ہے جو بہت سی جاندار مکھیوں اور ہرنوں کی قربانی کے سوا ملنی ناممکن ہے۔

2۔ اسلام کی قربانی پر اعتراض فضول ہے: باوجود ان مثالوں کے اسلام کی قربانی پر اعتراض کرنا فضول حرکت بلکہ دیدہ دانستہ ایک دل آزار حملہ ہے۔ ایسے لوگ یا تو خدا کے منکر ہیں یا قربانی کے اصول سے ناواقف اور پھر اسلامی فلاسفی سے مطلق جاہل۔ یہ لوگ اگر عام قانون قدرت کو دیکھیں تو بھی انہیں اپنا اعتراض واپس لینا پڑے۔

3۔ حیات عالم قربانیوں پر موقوف ہے: کیا وہ نہیں دیکھتے چھوٹی چیزیں بڑی چیزوں پر قربان ہوتی ہیں اور اس قربانی سے تباہی نہیں پڑتی بلکہ ترقی ہوتی ہے آکسیجن کی قربانی نہ ہو تو حضرت انسان زندہ نہ رہ سکیں بلکہ کوئی متنفس نہ دیکھا جائے۔ کاربن نہ ہو تو درخت سرسبز نہ ہوں پھر درخت قربان نہ ہوں جن میں ایک قسم کی روح مانی جاتی ہے تو انسان کو زندگی دوبھر ہو کوئی حیوان زندہ نہ رہے حیوان قربان نہ ہوں تو انسان کے لئے دنیا کی رہائش وبال جان ہوجائے جولوگ بڑے رحمدل بنتے ہیں اور کہتے ہیں قربانی ایک ظلم ہے ان کے زخموں میں اگر کیڑے پڑجائیں تو ان کی ہلاکت پر تو وہ بھی خوش دلی سے راضی ہیں اور اگر زخموں سے بچے رہیں تو کم از کم پانی پینے سے انکار نہیں کرسکتے جس میں ہزاروں لاکھوں کیڑوں کی قربانی ہوجاتی ہے یہ باتیں خدا کے منکروں اور خداپرستوں دونوں پر حجت ہیں۔ پھر تمام مذاہب خصوصاً ہمارے آریہ معترض خدا تعالیٰ کو دیالو کرپالو، رحیم کریم مانتے ہیں خود اس کی مملکت میں ہم دیکھتے ہیں باز، شاہین، بلیاں، شیر، چیتے، بھیڑیے اور مگرمچھ دوسرے جانوروں کو کھاجانے والے جانور موجود ہیں۔ بڑی مچھلیاں چھوٹی مچھلیوں کو کھاجاتی ہیں یہ قانون ذبح آخر اُسی کا بنایا ہوا ہے پس قربانی پر اعتراض کرنا خدا کے فعل پر خدا کے قانون پر اعتراض کرنا ہے۔ بلکہ اس پہلو سے اگر دیکھیں کہ یہ معترض بھی آخر کار ان حیوانوں سے خدمت لیتے ہیں ان سے دودھ دوہتے ہیں ان پر بوجھ لادتے ہیں ان سے طرح طرح کی مشقتیں لیتے ہیں یہ بھی ایک قسم کی قربانی ہے اس کا حق ان کو کس طرح حاصل ہوا اگر کہیں کہ ہم ان کو کھلاتے پلاتے ہیں تو میں سوچتا ہوں جب ایک انسان اشرف المخلوقات کو چند روپے ماہوار تنخواہ دے کر بادشاہ کو حق حاصل ہوجاتا ہے کہ وہ سپاہی اس پر اس کے بدلہ میں اپنی جان فدا کرے تو ایک جانور کی قربانی میں کیا محذور ہے؟خصوصاً ان لوگوں کے نزدیک جو تناسخ کے قائل ہیں کیونکہ ذبح اگر تکلیف دہ امر ہے تو بھی ان کے پچھلے جسم کے پاپوں کی سزا میں ہی ہوگا۔ اور یہ بھی ثابت نہیں ہوسکتا کہ اگر جانوروں کی قربانی چھوڑ دی جائے تو وہ پھر نہیں مریں گے۔ یا ان کی کثرت عرصہ عالم کو ان پر تنگ نہیں کردے گی۔

4۔ اسلام کی اصلاح مسئلہ قربانی میں: دنیا کو اسلام کا ممنون ہونا چاہیے کہ اس نے اس مسئلہ قربانی میں افراط و تفریط چھوڑ کر ایک وسطی راہ بتائی حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ تعالیٰ ہزار ہا سلام بھیجے اور لاکھوں رحمتیں نازل کرے جو یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں (آریہ، سناتن سب مجوس ہی میں سے ہیں)اور اسلامیوں کے مانے ہوئے پیشوا ہیں آپ نے انسانی قربانی کی رسم کو اٹھا دیا اور اس کی بجائے دنبہ اور اس قسم کے حلال جانوروں کی قربانی قائم کی۔ آپ نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کررہا ہوں۔ (انی اری فی المنام انّی اذبحک) الصافات:103 آپ نے حکم الٰہی کے ماتحت اس بیٹے کی بجائے ایک دنبہ ذبح کیا (وفدینٰہ بذبح عظیم) الصافات :108اور اس طرح پر انسانی قربانی کی اصل کو واضح کیا اور پھر یہ ایک نیک رسم پیچھے آنے والوں میں جاری کردی (وترکنا علیہ فی الاٰخرین) الصافات :109اسلام نے قربانی کے مسائل کو کھول کر بتایا ایک طرف ان لوگوں پر اتمام حجت کی جو اپنی دیوی دیوتاؤں اور بتوں کے نام پر قربانیاں کرتے تھے کہ دیکھو ہم ان کے نام کی قربانیاں نہیں کرتے مگر وہ ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے ہماری قربانیاں تو محض اللہ کے نام کی ہیں۔ ان صلوتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین۔ (الانعام :163) تم بھی جو قربانی کرو اللہ کے نام کرو دوسری طرف جو خدا کے نام پر قربانی کرتے تھے ان کو سمجھایا کہ محض آگ میں جلادینے سے کچھ فائدہ نہیں خدا کو گوشت یا خون نہیں پہنچتا بلکہ اُس کو تمہارا تقویٰ پہنچتا ہے۔ لن ینال اللہ لحومھا ولا دمآؤھا ولکن ینالہ التقوی منکم۔ (الحج:38) پس خدا کے نام پر جیسے اپنی اور متاع قربان کرتے ہو ایسے ہی اپنے قبضے کے جانور (کہ وہ بھی تمہارے خادم ہیں) ذبح کرکے خود کھاؤ دوسروں کو کھلاؤ۔ فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا و اطعموا القانع والمعتر کذالک سخّرنٰھا لکم لعلکم تشکرون۔ (الحج:37)

5۔ اسلامی قربانی کی فلاسفی: اور پھر اس سے یہ سبق سیکھو کہ ہم بھی اپنے مولیٰ اپنے رب کے بندے ہیں تمام قویٰ اُسی کے دئے ہوئے ہیں ہمیں بھی چاہیے کہ جان و مال سے اُس کی محبت اُس کی اطاعت اُس کی فرمانبرداری میں فنا ہوجائیں۔ اور ابدی بقا حاصل کریں۔ چنانچہ قرآن مجید میں فرمایا۔ پارہ 17 سورۃ حج رکوع 12 میں بعد حکم قربانی کے، کذالک سخّرھا لکم لتکبروا اللہ علیٰ ما ھدکم و بشّر المحسنین۔ (الحج:38) پھر اس سے آگے جہاد کا ذکر ہے جس میں امن قائم کرنے کے لئے اپنی جانیں خدا کی راہ میں قربان کرنے کی اجازت فرمائی ہے۔

6۔قربانی سنت ہے یا واجب: یہ اصطلاحیں بعد میں وضع ہوئی ہیں اس لئے ان جھگڑوں میں پڑنا ٹھیک نہیں۔ (اوّل) حضرت ابوہریرہؓ سے ایک روایت ہے کہ فرمایا رسول کریم ﷺ نے، من کان لہ سعۃ ولم یضح فلا یقربن مصلّانا۔ (بلوغ المرام) یعنی جو باوجود استطاعت قربانی نہ کرے وہ ہمارے مصلے کے پاس تک نہ پھٹکے اس سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ قربانی واجب ہے۔ لیکن دوسرا فریق یہ متفق علیہ حدیث پیش کرتا ہے جس کے راوی براءؓ ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے، ومن ذبح بعد الصلوٰۃ فقد تمّ نسکہ واصاب سنّۃ المسلمین۔ کہ جس نے عید کی نماز پڑھ کر قربانی کی اس کی قربانی پوری ہوئی اور وہ مسلمانوں کی سنت پر چلا (مشکوٰۃ باب العیدین)۔ (دوم) اصحاب رسول اللہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا۔ ماھذہ الاضاحی۔ یہ قربانیاں کیا ہیں؟۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا :سنّۃ ابیکم ابراھیم علیہ السلام۔ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ ان احادیث سے واضح ہوتا ہے کہ قربانی ایک امر مسنون ہے۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک شخص کو کیا اچھا جواب دیا کہ قربانی کی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے اور مسلمانوں نے دوبارہ۔ اُس نے پھر پوچھا تو دوبارہ یہی جواب دیا۔ (ترمذی)

7۔قربانی کا التزام اور فضیلت: ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ میں دس سال زندہ رہے اور آپ ﷺ قربانی فرماتے تھے (مشکوٰۃ) اور زید بن ارقم کی روایت سے ابن ماجہ میں حدیث ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ بکُلّ شعرۃ حسنۃ وبکل شعرۃ من الصوف حسنۃ۔ بدلے ہر بال کے بلکہ پشم کے بال بال کے بدلے میں ایک ایک نیکی ہے۔ ایک اور حدیث ہے جس کی راویہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما عمل ابن اٰدم من عمل یوم النّحر احب الی اللہ من اھراق الدّم و انّہ لیاتی یوم القیامۃ بقُرونھا واشعارھا واظلافھا و انّ الدّم لیقع من اللہ بمکان قبل ان یقع بالارض فطیبوبھا نفساً (رواہ الترمذی) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین عمل نحر کے دن قربانی کرنا ہے وہ قربانی قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں

اور کُھروں کے ساتھ حاضر ہوگی اور قربانی کا خون، گرنے سے پہلے جناب الٰہی میں قبول ہوتا ہے پس خوشدلی سے قربانی دو۔ (مشکوٰۃ)

8۔قربانی کس پر؟: 1۔ میں اس کے جواب میں کہوں گا ہر ایک مسلمان پر جو وسعت رکھے کوئی نصاب مقرر نہیں جب تک لوگوں میں خشیۃ اللہ ہے۔ اور شریعت پر عمل کرنے کا شوق، یہ واجب ہے لیکن بعض لوگ سستی کرتے ہیں اور پھر بعض حیلے تلاش کرتے رہتے ہیں زیادہ تعجب یہ ہے کہ اگر طعام تفاخر کا موقعہ ہو تو بے دریغ قرض لے کر بھی کئی بکرے ذبح کر دینگے مگر قربانی کے دن مسئلہ پوچھیں گے کہ میں غریب آدمی ہوں قربانی کے بارے میں مجھے کیا ارشاد ہے۔ ان کے لئے فقہاء حنفیہ نے ضابطہ مقرر کر دیا ہے کہ جس کے پاس جائداد بقدر نصاب شرعی ساڑھے باون روپے مسکن اور متاع مسکن اور سواری اور خادم کے سوا ہووے۔ اس پر قربانی لازم ہے زمین، زیور، اسباب تجارت، رہائشی مکان کے سوا دوسرے مکان کی مالیت جائداد میں محسوب ہوگی بلکہ بقول بعض کتب غیر دینی اور اس کے دہرے نسخے بھی۔

2۔ ہر ایک گھر کی طرف سے ایک قربانی کافی ہے مخنّف بن سلیم روایت کرتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے حضور عرفات میں تھے تو میں نے سنا آپ ﷺ فرماتے تھے یاایّھا النّاس انّ علیٰ کل اھل بیت فی کل عام اضحیّۃ۔اے لوگو! ہر اہلبیت پر ایک سال میں ایک قربانی ہے۔

3۔قربانی دوسروں کی طرف سے بھی کی جا سکتی ہے اپنی عورتوں کی طرف سے بچوں کی طرف سے مسافر کی طرف سے۔ ایک حدیث ہے جس کی راویہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک سینگ والے دنبے کے لانے کا ارشاد فرمایا جس کے پاؤں سینہ پیٹ آنکھیں سیاہ تھیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا عائشہؓ چھری لانا اور اسے پتھر پر تیز کرلے۔ چنانچہ میں نے تیز کی پھر آپ ﷺ نے دنبے کو لٹایا۔ اور اسکو ذبح کیا یہ کہتے ہوئے کہ، بسم اللہ اللھم تقبّل من محمد و اٰل محمد و من امّۃ محمد (رواہ مسلم)۔ اللہ کے نام سے اے اللہ قبول کر محمد ﷺ سے اور آل محمد سے اور امت محمد سے۔ اسی طرح بخاری شریف میں ہے حدثنا مسدد قال حدثنا سفیان عن عبدالرحمٰن بن القسم عن ابیہ عن عائشۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم دخل علیھا و حاضت بسرف قبل ان تدخل مکۃ وھی تبکی فقال مالك انفستِ قالت نعم قال ان ھذا امر کتبہ اللہ علیٰ بنات اٰدم فاقضی ما یقضی الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت فلما کنّا بمنی اتیتُ بلحم بقر فقلت ما ھذا فقالوا ضحّی رسول اللہ عن ازواجہ بالبقر۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہونے سے پہلے مقام سرف میں جب عائشہؓ کے پاس آئے تو دیکھا کہ وہ رو رہی ہیں۔فرمایا کیا ہے حیض آ گیا! عرض کیا ہاں فرمایا۔ یہ تو وہ بات ہے جو آدم کی تمام لڑکیوں کے واسطے مقدر ہے پس سوائے طواف بیت کے اور حاجیوں کی طرح تمام عبادات بجالاؤ۔ پھر جب ہم مِنٰی میں گئے تو میرے پاس گائے کا گوشت لایا گیا۔ میں نے پوچھا یہ کیسا ہے؟ تو لوگوں نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیبیوں کی طرف سے قربانی کی ہے۔ اس حدیث سے دو مسئلے نکلے ایک تو یہ کہ دوسرے کی طرف سے قربانی ہوسکتی ہے۔ دوم یہ کہ مسافر کو بھی قربانی دینی چاہئے۔

4۔حنش سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علیؓ کو دیکھا دو دنبے ذبح کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے؟ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے وصیت کی تھی کہ میں آپ کی طرف سے قربانی کیا کروں چنانچہ اس ارشاد کی تکمیل کرتا ہوں اس سے ثابت ہے کہ متوفی کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے۔

5۔ آجکل مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہو گئے ہیں جو قربانی کی فلسفی اور اسکی حکمت سے جاہل محض ہیں وہ کہتے ہیں قربانی کی قیمت کسی فنڈ میں دے دینی چاہئے یہ شریعت کی از سرنو ترمیم ہے اور ایسا ہرگز جائز نہیں۔

9۔قربانی کون ذبح کرے اور کیا پڑھے؟: سب سے بہتر یہی ہے کہ قربانی اپنے ہاتھوں سے کرے بخاری شریف میں انسؓ سے روایت ہے کہ، ضحی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکبشین املحین فرایتہ واضعا قدمہ علیٰ صفاحھما یُسمّی ویکبر فذبحھما بیدہ۔ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے دو ابلق دنبوں کی قربانی کی۔ پس میں نے آپ ﷺ کو اپنا قدم دونوں کے پہلوؤں پر رکھے ہوئے دیکھا (یہ طریق ذبح ہے یاد رکھئے) بسم اللہ و اللہ اکبر پڑھا اور پنے ہاتھ سے ذبح فرمائے۔

صابرؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے پڑھا۔ انی وجھت وجھی للذی فطر السموات والارض علیٰ ملۃ ابراھیم حنیفا و ما انا من المشرکین ان صلاتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العالمین۔ لا شریك لہ وبذلك امرت وانا من المسلمین۔ اس کے بعد بسم اللہ واللہ اکبر کہہ کر ذبح کیا اگر کوئی اور مرد یا عورت ذبح کر دے تو بھی جائز ہے۔

10۔قربانی کے جانور کی عمر: اونٹ، گائے بکری، دنبہ اور بھیڑ کی قربانی مسنون ہے۔ حدیث میں ہے۔ قال رسول اللہ صلعم لا تذبحوا الّا مسنّۃ الا ان یعسر علیکم فتذبحوا جذعۃ من الضان (رواہ مسلم)۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ نہ ذبح کرو مگر مسنّہ، اگر نہ ملے تو پھر دنبہ کا جذعہ۔ یہ بات تو مسلمہ فریقین ہے کہ اونٹ پانچ سال کا چھٹے سال میں قدم رکھ کر۔ اور گائے بیل دو سال کا تیسرے سال میں قدم رکھ کر مسنّہ ہوتا ہے۔ ہدایہ میں بھی یہی ہے لیکن بکری اور بھیڑ کے بارے میں اختلاف ہے۔ میرے خیال میں جب دانت دیکھے جاسکتے ہیں تو زیادہ جھگڑے کی ضرورت کیا ہے۔ میں نے یہ مسئلہ حضرت الامام الحکم العادل سے دریافت کیا۔ آپؑ نے مجھے فرمایا۔مولوی (نورالدین) صاحب سے پوچھ لو۔ تو آپؓ نے مجھے فرمایا کہ میری تحقیق میں بکری بھیڑ دو سال کی چاہئے پھر ایک دوسرے موقعے پر یہ فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے تعامل میں کچھ اختلاف ہے۔ اس لئے مومن اس اختلاف سے بوقت حاجت فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

11۔قربانی کے شرکاء: گائے اور اونٹ میں سات آدمیوں کا شریک ہونا جائز ہے وعن جابر ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال البقرۃ عن سبعۃ والجزور عن سبعۃ رواہ مسلم یعنی جابر سے روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گائے سات کی طرف سے کفایت کرتی ہے علیٰ ھذا القیاس۔

2۔ یہ سات آدمی مسلمان ہونے چاہئیں۔ فقہ کی کتابوں میں صاف لکھا ہے کہ اگر ایک بھی کافر ہو تو قربانی ناجائز ہوگی اور ان کے حصے برابر برابر ہوں۔غیر احمدی کی شرکت حضرت اقدس کو بہت ناپسند تھی یعنی ناجائز ہے۔کیونکہ قربانی تو متقیوں سے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے جیسا کہ قابیل و ہابیل کے قصے میں فرمایا۔ انّما یتقبل اللہ من المتقین (المائدہ: 28)۔ وہ انسان کیونکر متقی کہلا سکتا ہے جو خدا کے فرستادے خدا کے نبی کا مکذب ہو یا اس کو مفتری کہتا ہو یا اپنے طرز عمل اور لاپرواہی سے مفتری جانتا ہو اور ان ہزارہا نشانوں کو لغو سمجھتا ہو یا ان کا انکار کرتا ہو جو خدا نے اسکی تصدیق میں دکھائے۔

12۔ جانور کیسا ہو؟: بیمار نہ ہو وبلا نہ ہو بے آنکھ نہ ہو۔ کان چرا ہوا نہ ہو۔لنگڑا نہ ہو۔

1۔ براء بن عازب سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا ہم کس قسم کے جانوروں کی قربانی میں اجتناب کریں تو آپ ﷺ نے ہاتھوں سے اشارہ فرمایا۔ اربعا العرجآء البیّن ظلعھا والعوراء البیّن عورھا والمریضۃ البیّن مرضھا والعجفاء التی لا تنقی (مشکوٰۃ) یعنی چار۔ ایک لنگڑی جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو۔ دوم کانی جس کا کانا پن ظاہر ہو۔ سوم مریضہ جس کا مرض ظاہر ہو۔ چہارم دبلی جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔

2۔ دوسری حدیث حضرت علیؓ سے مروی ہے جو یہ ہے ۔ امر رسول اللہ صلعم ان نستشرف العین والاذن وان لا نضحّی بمقابلۃ ولا مدابرۃ ولا شرقاء ولا خرقاء (رواہ الترمذی)۔ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ہم آنکھ اور کان کو دیکھ بھال لیا کریں۔قربانی کا جانور ایسا نہ ہو کہ اس کا اگلی طرف یا پچھلی سے کان کٹا ہوا ہو یا اسکا کان چرا ہوا ہو یا پھٹا ہوا ہو۔ پھر فقہاء نے اسی پر قیاس کر کے دُم اور سُرین کو ملایا ہے۔ اور ایک حدیث میں سینگ کٹی بھی ممنوع ہے پھر اس بات میں بحث ہے کہ یہ کٹنا کس قدر ہو۔

13۔ آداب قربانی: 1۔مسلم میں ایک حدیث ہے۔ من رای ھلال ذی الحجۃ و اراد ان یضحی فلا یاخذ من شعرہ ولا من اظفارہ۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جو حج کا چاند دیکھے اور قربانی کا ارادہ کرے تو اپنے بال اور ناخن نہ کٹائے۔

2۔ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عید گاہ میں ذبح فرماتے تھے حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذبح ینحر بالمصلّٰی۔ (رواہ البخاری)

3۔نماز عید سے بعد ذبح کرے اگر کسی نے پہلے کر دیا ہو تو وہ قربانی نہیں اس لئے پھر کرے۔ بخاری میں براء سے حدیث ہے کہ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا، فرماتے تھے اس روز سب سے اول ہم نماز پڑھتے ہیں پھر نماز سے فارغ ہو کر قربانیاں کرتے ہیں پس جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت پر چلا اور جس نے نماز سے پہلے ذبح کرلیا تو وہ گوشت ہے جو اس نے اپنے اہل عیال کے لئے مہیا کرلیا قربانی نہیں۔ ان اوّل ما نبدء بہ من یومنا ھذا ان نصلی ثم نرجع فننحر فمن فعل ھذا فقد اصاب سنتنا و من نحر فانما ھو لحم یقدمہ لاھلہ لیس من النسك فی شیء۔ (دوم) عن انس عن النبی صلعم قال من ذبح قبل الصلوٰۃ فلیعد۔انسؓ سے روایت ہے نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے فرمایا جس نے نماز سے پہلے ذبح کیا وہ قربانی کے واسطے پھر ذبح کرے۔

14۔ ایّام قربانی: عید کے دن جسے یوم النحر کہتے ہیں اور یوم الاضحیٰ اور اس کے بعد دو دن تک قربانی کی جاسکتی ہے بعض علماء نے تین دن بعد یعنی تیرہویں تاریخ تک فتویٰ دیا ہے۔ تیرہ تاریخ کے فتوے پر صاحب بحر لکھتا ہے لم یعمل بہ احد من الصحابۃ (کسی صحابی نے اس پر عمل نہیں کیا)۔

عن نافع ان ابن عمر قال الاضحی یومان بعد یوم الاضحی رواہ مالك وقال بلغنی عن علیّ ابن طالب مثلہ۔ نافع کہتے ہیں کہ ابن عمرؓ نے فرمایا کہ قربانی عید کے بعد دو دن تک ہے اور علی ابن طالبؓ سے بھی ایسی ہی روایت ہے۔

15۔ تقسیم قربانی: قربانی نام ہے ہراقتہ دم (خون بہانے کا) نہ کہ

گوشت کے صدقہ کرنے کا جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے جو بروایت حضرت عائشہؓ مشکوٰۃ میں موجود ہے۔ ما عمل ابن ادم من عمل یوم النحر احبّ الی اللہ من اھراق الدم۔ پس جس نے حسب شرائط متذکرہ بالا جانور ذبح کیا اس کی قربانی ہوگئی اب گوشت خود کھا جائے کسی کو نہ دے اسی طرح کھال سے خود نفع اٹھائے تو قربانی میں کوئی فتور نہیں پڑتا لیکن کریم النفس شرفاء کا طریق ہے کہ وہ خود کھاتے ہیں دوسروں کو کھلاتے ہیں خویش اقارب کو پہنچاتے ہیں اور مسکینوں محتاجوں کو بھی دیتے دلاتے ہیں اس لئے عام طور سے یہ قاعدہ ہے کہ تین حصے کر لیتے ہیں۔

1۔ بخاری کتاب الاضاحی میں حدیث سلمہ بن الاکوع سے روایت ہے کہ فرمایا نبی ﷺ نے، کلوا واطعموا وادخروا۔ یعنی کھاؤ کھلاؤ اور ذخیرہ کرو یعنی گوشت سکھالو۔ اور ایک حدیث میں ہے کلوا وادخروا وتصدّقوا۔ کھاؤ ذخیرہ کرو اور صدقہ کرو۔ قرآن مجید میں ہے۔ فاذا وجبت جنوبھا فکلوا منھا و اطعموا القانع والمعتر (الحج:37)۔ جس وقت قربانی کے پہلو زمین پر لگ جائیں تو اس سے خود کھاؤ اور قناعت کرنے والے اور سائل فقیر کو کھلاؤ۔ اور ایک مقام پر فرمایا۔ فکلوا منھا واطعموا البائس الفقیر (الحج:29)۔ بھوکے نادار کو کھلاؤ۔

2۔ قربانی کا گوشت بیچنا ناجائز ہے حدیث میں ہے۔ فکلوا ماشئتم ولا تبیعوا لحوم الھدی والاضاحی وکلوا وتصدّقوا واستمتعوا بجلودھا ولا تبیعوھا (رواہ احمد)۔ اور کھاؤ جتنا چاہو اور صدقہ کرو اس کی کھال سے فائدہ اٹھاؤ مگر بیچو نہیں یہ بیچنا بقصد تمول ناجائز ہے۔ 3۔ کھال وغیرہ اتارنے گوشت صاف کرنے کی مزدوری الگ دینی چاہئے جیسا کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں آپ کی طرف سے قربانیاں کر کے ان کا گوشت اور چڑے مسکینوں پر تقسیم کر دوں اور کھال اتروانے کی مزدوری اس میں سے نہ دوں۔ (ولا أعطی فی جزارتھا شیئا) دیکھو بلوغ المرام

16۔ امور مسنونہ بتقریب عید اضحیٰ: 1۔ قرآن مجید میں ہے۔ و یذکروا اسم اللہ فی ایام معلومات۔ (الحج:29) اور اللہ کا نام لیں مقررہ دنوں میں۔ حاکم نے اس روایت کی تخریج کی اور اسے صحیح کہا کہ رسول اللہ ﷺ بسم اللہ جہراً فرماتے۔ فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے اور حج کے دن کی صبح سے لے کر آخری یوم تشریق کی عصر کی نماز تک تکبیر کہتے۔ ہدایۃ الہداۃ میں بروایت جابر مرفوعاً روایت ہے کہ فرض نماز کا سلام پھیرنے کے بعد درمیانی آواز سے اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد پڑھنا چاہئے کل 23 نمازوں میں۔

2۔ عید والے دن یہ امر مسنون ہیں۔ 1۔ غسل 2۔ مسواک 3۔ آرائش 4۔ عمدہ کپڑا 5۔ خوشبو 6۔ سویرے اٹھنا 7۔ عید گاہ میں جلد جانا 8۔ قربانی بعد از نماز عید 9۔ نماز باہر پڑھنا 10۔ جس راہ سے آویں گیارہ تکبیر کہتے آنا جانا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد۔ نیز مستورات بھی عید گاہ میں جائیں۔

چند احادیث اس کے متعلق لکھتا ہوں:

1۔ عن بریدۃ قال کان النبی لا یخرج یوم الفطر حتّی یطعم ولا یطعم یوم الاضحی حتّی یصلّی (دیکھو بلوغ المرام)، نبی صلے اللہ علیہ وسلم عید الفطر کے دن کچھ کھا کر نکلتے تھے اور اضحیٰ کے دن نماز پڑھ کر پھر کھاتے تھے اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس عید کا نام اضحیٰ ہے نہ کہ عید الاضحیٰ جیسا کہ اکثر لوگ لکھتے ہیں۔ دوم یہ کہ نماز عید اضحیٰ جلد پڑھنی چاہئے۔

2۔ و عن ابی ہریرۃ انھم اصابھم مطر فی یوم عید فصلی بھم النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ العید فی المسجد۔ ابوہریرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ عید والے دن بارش ہوگئی تو نبی کریم ﷺ نے مسجد میں نماز پڑھائی اس سے ثابت ہوا کہ عید حتی الوسع باہر عید گاہ ہی میں پڑھنی چاہئے جیسا کہ ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں، کان النبی یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلّی (مشکوٰۃ)

3۔ جابر روایت کرتے ہیں کہ کان رسول اللہ اذا کان یوم العید خالف الطریق (اخرج البخاری) دیکھو بلوغ المرام۔ رسول اللہ ﷺ عید کے دن جس راستے جاتے اس سے دوسرے راستے آتے اور راہ میں تکبیر پڑھتے جاتے۔ ابن عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تکبیر کہتے جاتے گھر سے نکلنے کے وقت سے عید گاہ میں اور نافع حضرت ابن عمرؓ کا فعل بیان کرتے ہیں کہ یوم الفطر اور یوم الاضحیٰ کو تکبیر (اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر وللہ الحمد) بآواز بلند پڑھتے جاتے۔ (بیہقی) دیکھو فتح القدیر۔

17۔ طریق نماز: 1۔ عید کی نماز کا وقت دن چڑھنے سے زوال تک ہے۔

2۔ عید اضحیٰ کی نماز عید الفطر سے جلد پڑھنی چاہئے چنانچہ ابوالحویرث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عمرو بن حزم کو لکھا اور وہ نجران میں تھے کہ، عجل الاضحی واخّر الفطر وذکر النّاس رواہ (الشافی مشکوٰۃ) اضحیٰ کی نماز جلد پڑھ اور فطر کی ذرا اس سے تاخیر کے ساتھ اور لوگوں کو وعظ کر۔

3۔ سب سے اول نماز پڑھنی چاہئے، کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یخرج یوم الفطر والاضحی الی المصلّی واول شیء یبدء بہ الصلوٰۃ ثم ینصرف فیقوم مقابل النّاس و النّاس علی صفوفھم فیعظھم و یامرھم (متفق علیہ) یعنی نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم عید فطر وعید اضحیٰ کے دن عید گاہ میں نکلتے تو سب سے پہلے جو بات کرتے وہ نماز تھی پھر لوٹ کر لوگوں کی طرف منہ کر کے کھڑے ہوتے اور لوگ اپنی صفوں پر بیٹھے رہتے پس آپ ﷺ ان کو وعظ فرماتے اور انکو حکم فرماتے۔ پس عید گاہ میں جاکر پہلے وعظ شروع کر دینا جیسا کہ بعض حنفیہ کا معمول ہے ناجائز ہے اور نماز کے بعد اکثر لوگ صفوں کی ترتیب میں خلل ڈال کر گھروں کی طرف بھاگنے لگتے ہیں یہ بھی خلاف سنت ہے خطبہ کو ضروری نہیں سمجھتے۔ افسوس کہ عید میں اجتماع کے فلسفیانہ مقاصد سے لوگ آگاہ نہیں اور کچھ خطیبوں کا قصور ہے کہ وہ کوئی بوسیدہ عربی خطبہ پڑھتے ہیں جسے حاضرین سمجھتے نہیں اس لئے بے دلی سے رخصت ہو جاتے ہیں ایسے موقعہ پر حالات و ضروریات کے مطابق ایک فصیح بلیغ خطاب قوم کو ہونا چاہئے اور امام کو چاہئے کہ عورتوں میں بھی وعظ کرے بخاری اور مسلم دونوں میں یہ حدیث ہے کہ بعد از نماز وخطبہ حضرت نبی کریم ﷺ عورتوں میں آئے اور ان کو وعظ کیا اور نصیحت دی۔ اور صدقہ کی تحریک فرمائی۔ (ثم اتی النسآء فوعظھن و ذکرھن و امرھن بالصدقۃ)۔ عورتوں میں باوجود خطبہ کے پھر خصوصیت سے وعظ کرنے کی یہ وجہ تھی کہ آپ ﷺ نے گمان کیا کہ عورتیں بوجہ دور ہونے کے سن نہیں سکیں۔ چنانچہ بخاری کتاب العلم میں ہے کہ، فظن انہ لم یسمع فوعظھن و امرھن بالصدقۃ۔

4۔ اذان اور اقامہ اس نماز میں نہیں۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی العید بلا اذان ولا اقامۃ (بلوغ المرام) نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے عید بغیر اذان واقامت کے پڑھائی اور جابر بن سمرۃؓ سے روایت ہے کہ صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیدین مرۃ ولا مرتین بغیر اذان ولا اقامۃ (رواہ مسلم) میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک بار نہیں دو بار نہیں بلکہ کئی بار عیدین پڑھیں بغیر اذان واقامت کے۔ مشکوٰۃ میں ایک اور حدیث ہے۔ عطاء کہتے ہیں مجھے جابر بن عبداللہؓ نے خبر دی۔ ان لا اذان للصلوٰۃ یوم الفطر حین یخرج الامام ولا بعد ما یخرج ولا اقامۃ ولا نداء ولا شیء لا نداء یومئذ ولا اقامۃ (رواہ مسلم) کہ عید کے دن نماز کے لئے نہ کوئی اذان جب امام نکلے اور نہ اس کے نکلنے کے بعد، نہ اقامت اور نہ کوئی اور آواز اور نہ کچھ نہ کسی طرح پکارنا۔ پس ثابت ہوا کہ نقارہ بجانا یا کسی کا آواز دینا کہ چلو نماز پڑھیں سنت میں عیدین کے متعلق اس کا کوئی ثبوت نہیں ملتا ایسا ہی عید کی دوسری جماعت جائز نہیں۔

5۔ دو رکعت نماز ہے اور اس سے پہلے اور بعد کوئی نماز نہیں۔ عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلّی یوم العید رکعتین لم یصل قبلھما ولا بعدھما اخرجہ السبعتہ۔ نبی کریم ﷺ نے دو رکعتیں عید کے دن پڑھیں نہ اس سے پہلے کچھ پڑھا نہ بعد میں۔

6۔ تکبیر تحریمہ کہہ کر ہاتھ باندھ لے ثناء پڑھ کر پھر سات تکبیریں اور کہے ہر تکبیر پر ہاتھ کانوں کے برابر لے جاکر کھلے چھوڑ دے اور ساتویں پر باندھ لے۔ پھر قرات پڑھے اور دوسری رکعت میں قبل از قرات، سوا اس تکبیر کے جو سجدے سے اٹھتے وقت کہی جاتی ہے پانچ تکبیریں کہے اور پانچویں تکبیر پر ہاتھ باندھ لے بلوغ المرام میں حدیث ہے۔ التکبیر فی الفطر سبع فی الاولیٰ و خمس فی الاخرۃ والقراءۃ بعد ھما کلیتھما (اخرجہ ابو داؤد ونقل الترمذی عن البخاری تصحیحہ) تکبیریں پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیریں ہیں اور قرات ان دونوں کے بعد۔ ترمذی نے اس حدیث کی بخاری سے تصحیح نقل کی ہے۔

ب۔ اور قرات میں جہر کرنا چاہئے۔ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم وابابکر وعمر کبّروا فی العیدین والاستسقاء سبعا وخمسا وصلّو اقبل الخطبۃ وجھروا بالقراءۃ (مشکوٰۃ)، نبی کریم ﷺ، ابوبکرؓ اور عمرؓ نے عیدین واستسقاء میں سات اور پانچ تکبیریں کہیں اور خطبہ سے پہلے نماز پڑھائی اور قرات بآواز بلند پڑھی۔

ج۔ میدان میں سُترہ کھڑا کر لیں اور نبی کریم ﷺ نے کمان پر سہارا دے کر خطبہ پڑھا۔

د۔ سبح اسم، ھل اتاک حدیث الغاشیۃ، ق، اقتربت الساعۃ یہ سورتیں پڑھنے کا معمول تھا۔ (اخرجہ السبتۃ الا البخاری) وعن النعمان بن بشیر قال کان رسول اللہ صلعم یقرا فی العیدین و فی الجمعۃ بسبح اسم ربک الاعلی و ھل اتاک حدیث الغاشیۃ (رواہ مسلم) دوم۔ عبید اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے ابو واقد اللیثی سے پوچھا کہ ما کان یقرا بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الاضحی و الفطر فقال کان یقراء فیھما بقٓ والقراٰن المجید واقتربت الساعۃ (رواہ مسلم) رسول اللہ صلعم اضحیٰ اور فطر کو کیا پڑھتے تھے تو انہوں نے کہا، قٓ والقرآن المجید اور اقتربت الساعۃ۔ ☆☆...☆☆

ایڈیٹر کے قلم سے

شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم

حج اور عید الاضحیہ کی مناسبت سے ایک تحریر

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ نے لفظ ’’شعائر‘‘ کو شعور سے لیا ہے۔ آپ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تُحِلُّوۡا شَعَآئِرَ اللّٰہِ (المائدہ:3) کے تحت فٹ نوٹ (foot note) میں تحریر فرماتے ہیں:۔

شعائر جمع ہے شعور کی یعنی وہ شعور جس سے اللہ تعالیٰ سمجھ میں آجائے وہ تعظیم والی چیزیں جیسے قرآن مجید۔ حدیث۔ بیت اللہ۔ قربانی کی اونٹنیاں ہیں یا انبیاء اور امام اور مجدّد وغیرہ مقدس حضرات۔» (قرآن کریم مترجمہ حضرت میر محمد سعید از درس قرآن حضرت خلیفۃ المسیح حاجی مولوی نور الدین صفحہ 222)

اسی لئے آپ نے سورۃ البقرہ آیت 159 کا ترجمہ یوں فرمایا ہے:

’’بے شک صفا اور مروہ کے پہاڑ اللہ کی باتوں کا شعور حاصل کرنے کے لئے ہیں۔‘‘

اور سورۃ الحج آیت 37 کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

’’قربانیوں کے اونٹوں کو ہم نے تمہارے لئے اللہ کی باتوں کے شعور حاصل کرنے کا سبب بنایا ہے۔‘‘

شعائر اللہ کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’شعائر، شعیرہ کی جمع ہے اس کے معنی علامت، آیت اور نشان کے ہوتے ہیں اور عبادات کے مقررہ طریقوں کو بھی شعیرہ کہتے ہیں۔ یہاں (البقرہ آیت 159) علامت کے معنی مراد ہیں۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 305 زیر آیت البقرہ: 159)

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں درج ذیل مقامات پر ’’شعائر اللہ‘‘ کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں: البقرہ:159۔ المائدہ:3۔ الحج: 33 اور 37۔

ان چاروں مقامات میں شعائر اللہ سے مراد مناسک حج لئے ہیں۔ جو اللہ کی یاد دلاتے ہیں۔ جیسے بیت اللہ، صفا، مروہ۔

مناسک حج کو شعائر اللہ قرار دینے کی یہ بھی حکمت ہے کہ اس میں وہ تمام مقدس اشیاء آجاتی ہیں جن پر اسلام کی بنیاد کھڑی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ سے ملاپ۔ اس کا شعور حاصل کرنا۔ سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، قرآن کریم، قبلہ، خانہ کعبہ، صفا و مروہ، حجر اسود، عرفات، مزدلفہ، جمرات، تلبیہ، قربانی، نفس کی قربانی وغیرہ وغیرہ۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

’’اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو میرے نام کے لئے صبر کرکے اس کے نتائج سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے وہ صفا اور مروہ سے جاکر یہ شعور، یہ معرفت حاصل کریں کیونکہ وہ مقام اللہ کی طرف سے صبر کے نتائج کے شعور کے حصول کا ذریعہ مقرر شدہ ہے جو حج کرنے جائے وہ وہاں ذرا چل پھر کر دیکھے کہ ہمارا افضل اس صابرہ پر کیسا ہوا ہم کیسے قدر دان ہیں۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 375)

الشھر الحرام (رجب، ذی قعدہ، ذی الحجۃ، محرم)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’پھر حرمت کے مہینے وہ بھی شعائر اللہ ہیں۔ ان سے خدا کا شعور حاصل ہوتا ہے کہ کس قدر لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔‘‘ (حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 74)

• **قربانی کے جانور** (اونٹنیاں) ھَدۡیَ وَالۡقَلَآئِدَ (وہ نذر و نیاز جو اللہ ہی کے واسطے کعبہ میں بھیجی جائیں)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

’’اسی طرح قربانیوں کے جانور ہیں کہ وہ سکھاتے ہیں کہ اسی طرح انسان کو اپنے آقا کے حضور جان دینی چاہیے۔ دنیا کے آقاؤں کے لئے جان دیتے ہیں پس دنیا و آخرت کے آقا زمین و آسمان کے مالک پر جان کیوں نثار نہ کریں۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 74)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’پھر فرماتا ہے وَالۡبُدۡنَ جَعَلۡنٰھَا لَکُمۡ مِّنۡ شَعَآئِرِ اللّٰہِ۔ اور تُو ان کو بتادے کہ قربانیوں کو ہم نے شعائر اللہ قرار دیا ہے۔ یعنی وہ انسان کو خدا تک پہنچاتی ہیں اور اُن کے ذریعہ سے دینی اور دنیوی بھلائی ملتی ہے۔ پس قربانی کے دنوں میں قربانیوں کو صف در صف کھڑا کرکے اُن پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا کرو۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے کام آئیں۔ چنانچہ جب وہ ذبح ہو کر اپنے پہلوؤں پر گر جائیں۔ تو خود بھی اُن کا گوشت کھاؤ اور صابر غریب اور مضطر غریب کو بھی کھلاؤ۔ یہ سب مال ہم نے تم کو دیا ہے تاکہ اس کو غریبوں پر خرچ کرکے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو۔

اِن آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان قربانیوں کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے جو حج بیت اللہ کے موقعہ پر کی جاتی ہیں اور بتایا ہے کہ یہ قربانیاں شعائر اللہ میں داخل ہیں اور تمہارے لئے ان قربانیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی برکت رکھی گئی ہے۔‘‘ (تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 53-54)

تلبیہ (لبیک اللھم لبیک) قرآن کریم، نماز، سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ، حجر اسود، جمرات، مقام ابراہیم، منیٰ، عرفہ اور جمیع مساجد یہ تمام شعائر اللہ میں سے ہیں۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

’’چنانچہ قربانیوں کو ہی دیکھ لو۔ یہ پہلے کچھ مدت تک لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہیں۔ اور پھر خانہ کعبہ پر پہنچتی ہیں تو ذبح کی جاتی ہیں۔ لیکن پھر بھی اُن کا گوشت تم لوگوں کے فائدے کے لئے ہی تقسیم ہوتا ہے خدا کو نہیں پہنچتا خدا تعالیٰ کو وہی اخلاص پہنچتا ہے جس کے ماتحت تم نے قربانیاں کی ہوتی ہیں۔ پس اصل چیز دل کا اخلاص اور وہ ایمان ہے جو انسان کے اندر پایا جائے۔ اور یہی چیز اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں قدر و قیمت رکھتی ہے۔ اس جگہ وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ تعظیم شعائر اللہ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ میں داخل ہے۔ یعنی متقی ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ کے نشانات کی عزت و توقیر کرنا ضروری ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر دلالت کرتے ہیں۔ درحقیقت اسلام نے یہ کلیہ پیش کیا ہے کہ انسان کے ظاہری اعمال کا اس کے باطن پر اور اس کے باطن کا ظاہر پر اثر پڑتا ہے۔ پس جو شخص اُن مقامات کا ادب کرتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوا ہو یا اُن ہستیوں کا ادب کرتا ہے جن پر اللہ تعالیٰ کا کلام اُترا ہو یا اُس کے نشانات کی حامل ہوں تو چونکہ یہ ادب اُس کے دل کے تقویٰ اور خشیت الٰہی کی وجہ سے ہوگا۔ اس لئے طبعی طور پر اُس کی دلی پاکیزگی کا اس کے ظاہر پر بھی اثر پڑے گا اور اس طرح وہ ظاہری اور باطنی دونوں طور پر نیکیوں سے آراستہ ہو جائیگا۔

یہ آیت گو چھوٹی سی ہے لیکن انسان کے فرائض اور اس کی ذمہ داریوں کو اِس میں ایسے کھلے الفاظ میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص سمجھ اور عقل سے کام لینے والا ہو تو وہ اِسی کے ذریعہ اپنے تمام اعمال کو درست کرسکتا ہے۔ انسان کی تمام تر سعادت اِسی میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے شعائر کا ادب کرے اور ان کی عظمت کو ہمیشہ ملحوظ رکھے۔ ورنہ اُس کا ایمان سلامت نہیں رہ سکتا۔

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 46-47)

قبلہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبلہ کی تعظیم اور اس کی طرف پاؤں کرکے سونے کے حوالہ سے فرماتے ہیں:

’’یہ ناجائز ہے کیونکہ تعظیم کے برخلاف ہے۔ سائل نے عرض کی کہ احادیث میں اس کی ممانعت نہیں آئی۔ فرمایا کہ یہ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر کوئی شخص اسی بناء پر کہ حدیث میں ذکر نہیں ہے اور اس لئے قرآن شریف پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہوا ہے تو کیا یہ جائز ہو جاوے گا؟ ہرگز نہیں۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 3 صفحہ 307)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

’’پاؤں قبلہ کی طرف کرکے سونا تعظیم کعبہ کے خلاف ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَ مَنۡ یُّعَظِّمۡ شَعَآئِرَ اللّٰہِ فَاِنَّھَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ اور تعامل اسلام میں ہم کسی کو نہیں پاتے کہ قبلہ کی طرف مُنہ کرتے ہیں۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 148)

قرآن کریم

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:۔

’’قرآن کریم کی بہت تعظیم ہے کہ یہ شعائر اللہ میں سے اعظم ہے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 3 صفحہ 148)

پھر فرمایا:۔

’’جن چیزوں سے اللہ پہچانا جاتا ہے ان کی بے حرمتی مت کرو۔ ہم نے قرآن مجید سے خدا کو پہچانا۔ اس لئے اس کی بے حرمتی جائز نہیں۔ بھلا یہ حرمت ہے کہ اس پر پاؤں رکھ لو یا اور کتابوں کے نیچے رکھو یا یونہی صفوں پر ڈال دیا جاوے۔‘‘

(حقائق الفرقان جلد 2 صفحہ 74)

بیت اللہ

حقیقت میں بیت اللہ نے دنیائے اسلام کو ہر جہت سے مرکزیت میں پرو رکھا ہے اس لئے بعض نے اسے سب سے بڑا شعیرہ قرار دیا ہے جن میں حضرت عبد اللہ بن عمرؓ بھی شامل ہیں۔ حقیقت میں حضرت حاجرہؓ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اس قربانی کا ذکر ہے جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ان دونوں کو اللہ کے حکم پہ بے یار و مددگار وادی مکہ میں چھوڑ آئے تھے اور حضرت حاجرہؓ نے حضرت اسماعیلؑ کی پیاس بجھانے کی خاطر صفا و مروہ کے سات چکر لگائے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے ایک چشمہ کے ذریعہ پانی مہیا کیا تھا۔ ان مقامات کو اللہ تعالیٰ نے نشانیاں قرار دیا اور کہا کہ جو طاقت رکھیں وہ ان جگہوں پر اس تاریخ کو سامنے رکھ کر جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شعور حاصل کرکے اس کا شکر ادا کریں۔ یہ ہے فلسفہ ان شعائر اللہ کی تعظیم و تکریم کا۔

یوم النحر

اگر مکہ جانے کی طاقت نہ ہو یا اور رکاوٹیں حائل ہوں تو عید الاضحیہ پر قربانی کے جانوروں کو دیکھ کر اور اس کے فلسفہ کو جان کر ان کی حیثیت، حقیقت اور تاریخ پر غور کریں تو واقعی اللہ کی یاد دلانے والی، اللہ کا شوق پیدا کرنے والی، اس کے دین کی طرف مائل کرنے والی اور اس کے راستے میں سرفروشی کا جذبہ پیدا کرنے کا جذبہ اُبھرتا اور دوسرے پر بازی لے جانے کو دل کرتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے یوم النحر (عید الاضحیہ) کو شعائر اللہ میں داخل فرمایا ہے۔ ایک دفعہ مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے طلبہ کو عید کے روز کھیل کے لئے قادیان سے باہر بھجوایا جارہا تھا۔ جب اس کی اطلاع حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو ہوئی تو حضور کو یہ اطلاع سخت ناگوار گزری اور فرمایا:

’’میں تو ہرگز ہرگز پسند نہیں کرتا اور جائز نہیں سمجھتا کہ عید کے دن سفر کیا جائے اور پھر سفر بھی کھیلوں کے لئے ہرگز نہیں جانا چاہیئے........ یہ دن سنت ابراہیمی کا ایک ایسا دن ہے جو شعائر اللہ میں داخل ہے اس کی عظمت مومن کا فرض ہے۔‘‘

(ارشادات نور جلد دوم صفحہ 278-279)

شعائر اللہ میں وسعت

پس جو بھی شعائر اللہ کی تعظیم کرے۔ انہیں برتر جانے اور احترام کرے یہ تمام امور خود اس کے متقی ہونے کے ثبوت ہیں۔ یہی مفہوم ہے فَاِنَّھَا مِنۡ تَقۡوَی الۡقُلُوۡبِ کا۔ اس لئے مفسرین نے شعائر اللہ کو بہت وسعت دی ہے۔ تمام ارکان، مقامات اور اشیاء جو اللہ کی یاد دلاتی ہیں ان کی تعظیم وتکریم بذات خود تقویٰ و پرہیز گاری کی علامت ہے اور مناسک حج کے علاوہ رمضان، عید الفطر، عید النحر، ایام تشریق، جمعہ، اذان، اقامت، نمازعیدین کو شعائر اللہ قرار دیا ہے۔ ان کی عزت وتکریم کرنے کا حکم ہے۔ لیکن اس دن میں یہ سبق موجود ہے کہ گو یہ شعائر ہیں لیکن مقصود ان کی عبادت نہیں بلکہ عبادت تو اللہ ہی کی ہے۔ یہ شعائر اللہ کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں۔ مثلاً حجر اسود کو ہاتھ لگانا اور چومنا سنت رسول ہے۔ اس کا مطلب صرف یہ ہے کہ بندہ اللہ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اپنے میثاق اطاعت کی تجدید کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اپنی عقیدت اور محبت کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں اس پتھر کے سامنے کھڑے ہوکر اسے مخاطب ہوکر فرمایا تھا:

’’اے حجر اسود! تو صرف ایک سیاہ پتھر ہے تو نہ مجھے نفع دے سکتا ہے اور نہ نقصان۔ اگر تجھے اللہ کے رسولؐ نے نہ چوما ہوتا تو میں تجھے کبھی نہ چومتا۔‘‘

(صحیح البخاری، کِتَابُ الحَجِّ، بَابُ الرَّمَلِ فِي الحَجِّ وَالعُمْرَةِ)

یہ تو وہ شعائر اللہ ہیں جن کا ذکر قرآن کریم میں ملتا ہے۔ چونکہ شعائر کے معنی علامت اور نشانی کے ہیں جو مذہب سے باہر دوسرے اداروں، فرقوں یا ملکوں کی ہوسکتی ہے۔ جیسے سرکاری جھنڈے، کرنسی نوٹ یا اسٹامپ پیپر۔ سکھوں کے شعائر کیس، کڑا، کرپان ہیں۔ عیسائیوں، یہودیوں اور ہندوؤں کے اپنے اپنے شعائر ہیں۔ اسلام کے ذیل میں قادیان میں جماعت احمدیہ کے مقدس مقامات بھی شعائر الٰہی ہیں۔ جہاں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے چِلّے کاٹے۔ نمازیں اور عبادات ادا کیں۔ اللہ تعالیٰ کے نشانات کی اطلاعات موصول کیں۔ اسلام کی فتوحات کے نظارے نہ صرف دیکھے بلکہ ان کا اعلان کیا جو آج پورے ہوتے نظر آرہے ہیں۔ پھر صرف مقامات یا ارکان ہی شعائر اللہ نہیں ہوتے بلکہ نیک صالح وجود بھی شعائر اللہ میں سے ہوتے ہیں۔ حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگمؓ زوجہ محترمہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک دفعہ دالان میں کچھ تبدیلی کروانی چاہی۔ جس کی بعض اصحاب نے مخالفت کی۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت اماں جان کی خواہش کو مقدم رکھتے ہوئے فرمایا کہ

«اللہ تعالیٰ نے مجھے وعدوں کے فرزند اس بی بی سے عطا کئے جو شعائر اللہ میں سے ہیں۔ اس واسطے اس کی خاطرداری ضروری ہے اور ایسے امور میں اس کا کہنا ماننا لازمی ہے۔‘‘

(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت عرفانی کبیر صفحہ 368)

خلافت علی منہاج النبوۃ بھی اللہ تعالیٰ کا ایک شعیرہ ہے جو علامت، نشانی اور پہچان ہے جماعت احمدیہ مسلمہ کی اور حسبِ ارشاد حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ یہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں شعور اور علم عطا کرتی ہے اس لئے اس کی قدر کرنا، احترام کرنا اور دربار خلافت سے جاری فرمان پر لبیک کہنا ہم میں سے ہر ایک کا اولین فرض ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام اور خلیفۃ المسیح کی ہدایات کو ماننا بھی شعائر اللہ کی تعظیم میں شامل ہے۔ جو اللہ کی یاد تازہ کرواتے ہیں۔ اس طرح اللہ کی طرف ہمارے سفر کو آسان کرتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:

’’اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلنا، اس کے شعائر کی عظمت بجالانا۔ اس کی مقرر کردہ عزت والی جگہوں کی تعظیم کرنا اور اس کے نشانات کی حرمت کو قائم رکھنا خدا تعالیٰ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ بلکہ اس سے خود انسان کے اپنے دل میں نیکی پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ میں وہ ترقی کرنے لگتا ہے۔‘‘

(تفسیر کبیر جلد 6 صفحہ 46)

جمعہ اور عید ایک دن ہونا۔ فقہ کیا کہتا ہے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے عہد مبارک میں دونوں عیدیں (جمعہ اور عید) جمع ہوگئیں تو آپ ﷺ نے عید کی نماز پڑھا کر فرمایا جو جمعہ کی نماز کے لئے آنا چاہے آجائے اور جو نہ آنا چاہے وہ نہ آئے۔

(سنن ابن ماجہ۔ کِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَالسُّنَّةُ فِيهَا۔
بَابُ مَا جَاءَ فِيمَا إِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدَانِ فِي يَوْمٍ۔ روایت نمبر ۱۳۱۲)

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آج کے دن دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں جو چاہے اس کے لئے جمعہ کی بجائے عید کافی ہوگئی۔ اور ہم تو انشاء اللہ جمعہ ضرور پڑھیں گے۔

(سنن ابن ماجہ۔ کِتَابُ إِقَامَةِ الصَّلَاةِ، وَالسُّنَّةُ فِيهَا۔
بَابُ مَا جَاءَ فِيمَا إِذَا اجْتَمَعَ الْعِيدَانِ فِي يَوْمٍ۔ روایت نمبر ۱۳۱۱)

ابو عبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان بن عفانؓ کے ساتھ عید کی نماز ادا کی۔ اس دن جمعہ تھا۔ آپؓ نے خطبہ عید سے پہلے نماز عید پڑھائی پھر خطبہ دیا اور فرمایا اے لوگو! آج کے دن تمہارے لئے دو عیدیں جمع ہوگئی ہیں (یعنی عید اور جمعہ) پس عوالی (یعنی مدینہ کے اطراف کے رہنے والوں) میں سے جو شخص پسند کرے جمعہ کا بھی انتظار کرے اور اگر کوئی واپس جانا چاہے تو واپس جاسکتا ہے میں اسے اجازت دیتا ہوں۔

(صحیح بخاری کِتَابُ الاَضَاحِيِّ. بَابُ مَا يُؤْكَلُ مِنْ لُحُومِ الاَضَاحِيِّ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں کہ

’’عید میں تنگی نہیں کی بلکہ فرمایا کہ اگر جمعہ وعید اکٹھے ہوجائیں تو گاؤں کے لوگوں کو جو باہر سے شریک ہوئے ہیں جمعہ کے لئے انتظار کی تکلیف نہ دی جائے۔‘‘ (بدر جلد 9 نمبر 10۔ 30 دسمبر 1909ء صفحہ 1 تا 3)

اسی طرح حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:

شریعت نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اگر عید اور جمعہ اکٹھے ہو جائیں تو جائز ہے کہ جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھ لی جائے۔ لیکن یہ بھی جائز ہے کہ عید اور جمعہ دونوں ہی پڑھ لئے جائیں۔ کیونکہ ہماری شریعت نے ہرامر میں سہولت کو مدنظر رکھا ہے۔ چونکہ عام نمازیں اپنے اپنے محلوں میں ہوتی ہیں لیکن جمعہ کی نماز میں سارے شہر کے لوگ اکٹھے ہوتے ہیں۔ اسی طرح عید کی نماز میں بھی سب لوگ اکٹھے ہوتے ہیں اور ایک دن میں دو ایسے اجتماع جن میں دور دور سے لوگ آکر شامل ہوں مشکلات پیدا کر سکتا ہے اس لئے شریعت نے اجازت دی ہے کہ اگر لوگ برداشت نہ کر سکیں تو جمعہ کی بجائے ظہر پڑھ لیں۔ بہرحال اصل غرض شریعت کی یہ ہے کہ مسلمان اپنی زندگی میں زیادہ سے زیادہ عرصہ کے لئے اکٹھے بیٹھ سکیں کیونکہ اسلام صرف دل کی صفائی کے لئے نہیں آیا۔ اسلام قومی ترقی اور معاشرت کے ارتقاء کے لئے بھی آیا ہے اور قوم اور معاشرت کا پتہ بغیر اجتماع میں شامل ہونے کے نہیں لگ سکتا۔‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ 21۔ اگست 1953ء)

حضرت مصلح موعودؓ نے ایک اور موقع پر فرمایا کہ

’’رسول کریم ﷺ سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا جب جمعہ اور عید جمع ہو جائیں تو اجازت ہے کہ جو لوگ چاہیں جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ادا کرلیں مگر فرمایا ہم تو جمعہ ہی پڑھیں گے۔

کل بھی میرے پاس ایک مفتی صاحب کا فتویٰ آیا تھا کہ بعض دوست کہتے ہیں اگر جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز ہو جائے تو قربانیوں میں ہم کو سہولت ہو جائے گی اور انہوں نے اس قسم کی حدیثیں لکھ کر ساتھ ہی بھجوا دی تھیں۔ میں نے ان کو یہی جواب دیا تھا کہ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جمعہ اور عید جب جمع ہو جائیں تو جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھنے کی اجازت ہے مگر ہم تو وہی کریں گے جو رسول کریم ﷺ نے کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا اگر کوئی جمعہ کی بجائے ظہر کی نماز پڑھنا چاہے تو اسے اجازت ہے مگر ہم تو جمعہ ہی پڑھیں گے۔

ہمارا رب کیسا سخی ہے کہ اس نے ہمیں دو دو (عیدیں) دیں۔ ... یعنی جمعہ بھی آیا اور عید الاضحیہ بھی آئی اور اس طرح دو عیدیں خدا تعالیٰ نے ہمارے لئے جمع کر دیں۔ اب جس کو دو دو چُپڑی ہوئی چپاتیاں ملیں وہ ایک کو کیوں ردّ کرے گا۔ وہ تو دونوں لے گا۔ سوائے اس کے کہ اسے کوئی خاص مجبوری پیش آجائے اور اسی لئے رسول کریم ﷺ نے اجازت دی ہے کہ اگر کوئی مجبور ہو کر ظہر کی نماز پڑھ لے جمعہ نہ پڑھے تو دوسرے کو نہیں چاہئے کہ اس پر طعن کرے اور بعض لوگ ایسے ہوں جنہیں دونوں نمازیں ادا کرنے کی توفیق ہو تو دوسرے

بقیہ صفحہ 8 پر

حج بیت اللہ اور عید الاضحیٰ

(ایم۔ ایم طاہر)

ارکانِ اسلام میں چوتھا رکن حج ہے۔ حج کی فرضیت اور مناسک کا تفصیلی تذکرہ قرآن کریم میں آیا اور آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حج فرما کر اس کے مناسک پر عملدرآمد کی سنت بھی امت کے لئے جاری فرمادی ہے۔سورۃ آل عمران آیت 98میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔ اور لوگوں پر اللہ کا حق ہے کہ وہ اس کے گھر کا حج کریں یعنی جو بھی اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو۔

سورۃ الحج آیت 28میں فرمایا کہ لوگوں میں حج کا اعلان کردے وہ تیرے پاس پاپیادہ آئیں گے اور ہر ایسی سواری پر بھی جو لمبے سفر کی تھکان سے دبلی ہوگئی ہو۔وہ سواریاں اور چیزیں ہر گہرے اور دور کے راستے سے آئیں گی۔

حج کے مناسک کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے سورۃ البقرہ کی آیت 159میں فرمایا کہ یقیناً صفا اور مروہ شعائر اللہ میں سے ہیں۔پس جو کوئی بھی اس بیت کا حج کرے یا عمرہ ادا کرے تو اس پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ ان دونوں کا بھی طواف کرے۔سورۃ البقرہ کی آیت 196تا201میں مناسک حج کا تفصیل سے بیان موجود ہے۔

حج کی حکمت اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’سالک کا آخری مرحلہ یہ ہے کہ وہ انقطاع نفس کر کے تعشق باللہ اور محبتِ الٰہی میں غرق ہو جاوے۔ عاشق اور محب جو سچا ہوتا ہے وہ اپنی جان اور اپنا دل قربان کر دیتا ہے اور بیت اللہ کا طواف اس قربانی کے واسطے ایک ظاہری نشان ہے جیسا کہ ایک بیت اللہ نیچے زمین پر ہے ایسا ہی ایک آسمان پر بھی ہے۔ جب تک آدمی اس کا طواف نہ کرے اس کا طواف بھی نہیں ہوتا۔ اس کا طواف کرنے والا تو تمام کپڑے اتار کر ایک کپڑا بدن پر رکھ لیتا ہے اس کا طواف کرنے والا بالکل نزع ثیاب کر کے خدا کے واسطے ننگا ہو جاتا ہے۔طواف عشاق الٰہی کی ایک نشانی ہے۔ عاشق اس کے گرد گھومتے ہیں گویا انکی اپنی مرضی باقی نہیں رہی۔ وہ اس کے گرد اگرد قربان ہورہے ہیں۔‘‘

(البدر مورخہ 10جنوری 1907ء صفحہ 15)

حج کے لئے مالی استطاعت، صحت، راستے کا امن ہونا ضروری ہے گویا یہ مشروط فرض ہے۔حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’جو شخص خواہ تنگی مال یا راستہ کی خرابی یا ضعف و بیماری کی وجہ سے حج نہیں کرسکتا اور نیت رکھتا ہے کہ روک دور ہو تو حج کروں وہ ایسا ہی ہے گویا اس نے حج کیا۔‘‘

(الفضل 4/مئی 1922ء)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’چوتھا حکم حج کا ہے۔ اگر سفر کرنے کے لئے مال ہو، راستہ میں کوئی خطرہ نہ ہو، بال بچوں کی نگرانی اور حفاظت کا سامان ہو سکتا ہو تو زندگی میں ایک دفعہ حج کرنے کا حکم ہے۔‘‘

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 24)

پھر فرمایا: ’’اگر خدا تعالیٰ کسی کو توفیق دے تو حج کرے اس کے لئے کئی شرطیں ہیں مثلاً مال ہو، رستہ میں امن ہو اور اگر عورت ہو تو اس کے ساتھ اس کا خاوند یا بیٹا یا بھتیجا یا ایسا کوئی اور رشتہ دار محرم جانے والا ہو۔‘‘

(الازہار لذوات الخمار صفحہ 47)

سن 6ہجری میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے موقع پر حج کے قصد سے نکلے تھے لیکن آپؐ کو حج اور عمرہ سے روک دیا گیا اور آپؐ نے حج اور عمرہ نہیں فرمایا اور صلح کا معاہدہ کیا اور جو قربانیوں کے جانور آپؐ لیکر گئے تھے آپؐ نے وہ قربانی کے جانور ذبح کر دیئے اور آپؐ کی سنت میں صحابہ نے بھی اپنے جانور قربان کر دیئے۔ آپؐ حج سے روکے گئے تو آپؐ نے حج نہیں فرمایا بلکہ امن کے راستہ کو اختیار فرمایا۔ آپؐ کے اس عمل نے آئندہ عظیم الشان فتوحات کے دروازے کھولے۔

عید الاضحیٰ یا قربانی کی عید

10 ذی الحج کو عید الاضحیٰ منائی جاتی ہے۔ اس کو قربانی کی عید بھی کہتے ہیں اور برصغیر میں اسے بڑی عید بھی کہا جاتا ہے۔ یہ عید قربانی کے جذبے کو اجاگر کرنے والی اور حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی عظیم قربانی کی یاد میں منائی جاتی ہے۔حضرت ابراہیمؑ نے اپنی رؤیا میں اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ذبح کرتے دیکھا اور پھر یہ رؤیا ظاہری طور پر پوری کرنے چلے تو آپ نے اپنے فرمانبردار بیٹے کو بھی اس کے لئے تیار پایا۔تب اللہ تعالیٰ نے کہا کہ تو اپنی رؤیا پہلے ہی پوری کر چکا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عید الاضحیٰ کے روز طریق تھا کہ آپؐ عید سے پہلے کچھ نہ کھاتے جبکہ عید الفطر پر کچھ کھا کر عید کے لئے جایا کرتے تھے۔عید الاضحیٰ پر قربانی کا جانور ذبح ہونے پر اس کا گوشت کھاتے۔ آپؐ کا یہ بھی طریق تھا کہ آپ عید گاہ پر جانور ذبح کیا کرتے تھے۔ آپؐ دو جانور ذبح کرتے ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنی امت کی طرف سے پیش کرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’دلوں کی پاکیزگی سچی قربانی ہے۔ گوشت اور خون سچی قربانی نہیں جس جگہ عام لوگ جانوروں کی قربانی کرتے ہیں خاص لوگ دلوں کو ذبح کرتے ہیں مگر خدا نے یہ قربانیاں بھی بند نہیں کیں تا معلوم ہو کہ ان قربانیوں کا بھی انسان سے تعلق ہے۔‘‘

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21صفحہ 424)

حضرت مصلح موعودؓ عید الاضحیٰ کے روز نفلی روزہ کے حوالہ سے بیان کرتے ہیں:۔

’’رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریق ثابت ہے کہ آپؐ صحت کی حالت میں قربانی کر کے کھاتے تھے۔ تاہم یہ کوئی ایسا روزہ نہیں کہ کوئی نہ رکھے تو گنہگار ہو جائے۔ یہ کوئی فرض نہیں بلکہ نفلی روزہ اور مستحب ہے۔ جو رکھ سکتا ہو رکھے مگر جو بیمار، بوڑھا یا دوسرا بھی نہ رکھ سکے وہ مکلف نہیں اور نہ رکھنے سے گناہگار نہیں ہوگا......میں نے صحت کی حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اس پر عمل کرتے دیکھا ہے۔‘‘

(خطبات محمود جلد 2صفحہ 263)

قربانی کے جانور کے لئے یہ شرائط ہیں کہ وہ بے عیب ہو۔ لنگڑا، بیمار، کان کٹا یا پورا سینگ ٹوٹا ہوا نہ ہو۔ اس کے علاوہ صحت مند ہو۔قربانی کا وقت عید کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور تین دن جاری رہتا ہے۔ قربانی کا گوشت خود بھی استعمال کر سکتے ہیں۔عزیزوں اور غریبوں کو بھی دینا چاہئے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

’’قربانیوں کے گوشت کے متعلق یہ حکم ہے کہ یہ صدقہ نہیں ہوتا۔ چاہئے کہ خود کھائیں، دوستوں کو دیں، چاہے سکھا بھی لیں۔ امیر غریبوں کو دیں۔غریب امیروں کو۔ اس سے محبت بڑھتی ہے لیکن محض امیروں کو دینا اسلام کو قطع کرنا ہے اور محض غریبوں کو دینا اور امیروں کو نہ دینا اسلام میں درست نہیں۔ امیروں کے غریبوں اور غریبوں کے امیروں کو دینے سے محبت بڑھتی ہے اور مذہب کی غرض جو محبت پھیلانا ہے پوری ہوتی ہے۔‘‘

(الفضل 17اگست 1922ء)

کیا دوسروں کی طرف سے قربانی ہوسکتی ہے؟ اس بارہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ فرماتے ہیں:۔

’’کئی لوگ غریب ہوتے ہیں اس لئے اس بات کو مدِنظر رکھتے ہوئے کہ کوئی شخص قربانی سے محروم نہ رہ جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ غرباءامت کی طرف سے ایک قربانی کر دیا کرتے تھے۔ اس طریق کے مطابق میرا قاعدہ یہ ہے کہ اپنی جماعت کے غرباء کی طرف سے ایک قربانی کر دیا کرتا ہوں۔‘‘

(الفضل 17/اگست 1922ء)

قربانی کے گوشت کی تقسیم میں بالخصوص غریبوں اور کمزوروں کو تلاش کر کے انکو دیا جائے تا اللہ کے پیار کی نظر ہم پر پڑے۔ اس کی تلقین کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

’’آپ سب کو یاد دلاتا ہوں کہ اپنے غریب بھائیوں اور کمزوروں اور بے چاروں کو اپنی قربانی میں ضرور یاد رکھیں۔ اپنے عزیز و اقرباء کے لئے اپنے لئے بھی 3/1 حصہ بے شک رکھیں اور خرچ کریں مگر کچھ حصہ جماعت کے سپرد کریں کہ وہ غریبوں اور مسکینوں میں تقسیم کرا سکے اور کچھ حصہ خود اپنے تعلق رکھنے والے یا اپنے سے نہ تعلق رکھنے والے ان غریبوں میں تقسیم کریں جن پر آپ کی نظر پڑے۔ اگر ان کی نظر غریبوں کو تلاش کر کے انکی کمزوریوں پر انکو دور کرنے کی خاطر پڑے یعنی انکی مالی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے، انکی بے چارگیوں کو دور کرنے کے لئے ان پر پڑے گی تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اللہ کی نظر آپ پر پڑے گی اور آپ کی کمزوریوں کو خدا دور فرمائے گا۔ پس بہت بڑا سودا ہے۔ غریبوں کو تلاش کرنا اور تلاش کر کے ان تک پہنچنا اس بات کو دعوت دیتا ہے کہ اللہ آپ کو تلاش کرے اور آپ تک پہنچے اور ایسا ضرور ہوگا۔‘‘

(خطبات طاہر (عیدین) صفحہ 642)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

بقیہ: جمعہ اور عید ایک دن ہونا۔ فقہ کیا کہتا ہے...... از صفحہ 7

کو نہیں چاہئے کہ ان پر اعتراض کرے اور کہے کہ انہوں نے رخصت سے فائدہ نہ اٹھایا۔‘‘

(خطبہ عید الاضحیہ مورخہ 11 فروری 1938ء بحوالہ الفضل 15 مارچ 1938ء)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

’’میں نے عید کے خطبہ میں بیان کیا تھا کہ اگر عید جمعہ کے دن ہو تو اگرچہ نماز ظہر ادا کرنی بھی جائز ہے مگر میں جمعہ ہی پڑھوں گا۔ جمعہ کا اجتماع بھی دراصل ایک عید ہی ہے اور اس میں دو سبق دیئے گئے ہیں۔ ایک قومی اتحاد کی طرف اس میں توجہ دلائی گئی ہے اور دوسرے تبلیغ کی طرف۔ خطبہ کے لئے جمعہ کی نماز میں ظہر کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ نے دو رکعت کی کمی کر دی۔‘‘

(خطبہ جمعہ 11 فروری 1939ء۔ الفضل 19 فروری 1939ء)

☆...☆...☆

عیدقربان کی حکمت اور فلسفہ

(فراز یاسین ربانی۔ جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل گھانا)

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِينَ (الحج:35)

ترجمہ: اور ہم نے ہر اُمّت کے لئے قربانی کا طریق مقرر کیا ہے تا کہ وہ اللہ کا نام اس پر پڑھیں جو اس نے انہیں مویشی چوپائے عطا کئے ہیں۔ پس تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔ پس اس کے لئے فرمانبردار ہو جاؤ۔ اور عاجزی کرنے والوں کو بشارت دے دے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ قربانی والے دن ابن آدم کا کوئی عمل خدا تعالیٰ کو خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) کے عمل سے زیادہ پیارا اور محبوب نہیں۔ اور قربانی کا جانور قیامت کے روز اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں (پائے) سمیت خدا کے حضور حاضر ہوگا۔ (یعنی قربانی کرنے والے کے حق میں گواہی دے گا) اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے ہاں قبولیت کا درجہ پاتا ہے۔ پس تم خوش ہو جاؤ۔

(ابن ماجہ ابواب الاضاحی باب ثواب الاضحیہ)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

’’اے خدا کے بندو! اپنے اس دن میں کہ جو بَقَر عید کا دن ہے غور کرو اور سوچو۔ کیونکہ اِن قربانیوں میں عقلمندوں کیلئے بھید پوشیدہ رکھے گئے ہیں۔ اور آپ لوگوں کو معلوم ہے کہ اس دن بہت سے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور کئی گلّے اونٹوں کے اور کئی گلّے گائیوں کے ذبح کرتے ہیں اور کئی ریوڑ بکریوں کے قربانی کرتے ہیں۔ اور یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کیا جاتا ہے۔‘‘ (خطبہ الہامیہ صفحہ 31)

پھر فرماتے ہیں: ’’حدیثوں میں آیا ہے کہ یہ قربانیاں خدا تعالیٰ کے قُربْ اور ملاقات کا موجب ہیں اس شخص کے لئے کہ جو قربانی کو اخلاص اور خدا پرستی اور ایمان داری سے ادا کرتا ہے اور یہ قربانیاں شریعت کی بزرگ تر عبادتوں میں سے ہیں۔ اور اسی لئے قربانی کا نام عربی میں نَسِیْکَہ ہے اور نُسُک کا لفظ عربی زبان میں فرمانبرداری اور بندگی کے معنوں میں آتا ہے۔ اور ایسا ہی یہ لفظ یعنی نُسُک اُن جانوروں کے ذبح کرنے پر بھی زبان مذکور میں استعمال پاتا ہے جن کا ذبح کرنا مَشْرُوع (یعنی شریعت کے مطابق) ہے۔ پس یہ اشتراک کہ جو نُسُک کے معنوں میں پایا جاتا ہے قطعی طور پر اس بات پر دلالت کرتا ہے اَنَّ العَابِدَ فِي الحَقِيقَةِ هُوَالَّذِی ذَبَحَ نَفْسَہٗ وَقُوَاہُ۔ کہ حقیقی پرستار اور سچا عابد وہی شخص ہے جس نے اپنے نفس کو مع اس کی تمام قوتوں اور مع اس کے اُن محبوبوں کے جن کی طرف اُس کا دِل کھینچا گیا ہے اپنے رب کی رضا جوئی کیلئے ذبح کر ڈالا ہے اور خواہش نفسانی کو دفع کیا یہاں تک کہ تمام خواہشیں پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں اور نابود ہوگئیں اور وہ خود بھی گداز ہوگیا اور اسکے وجود کا کچھ نمود نہ رہا اور چھپ گیا۔‘‘ (خطبہ الہامیہ صفحہ 34)

’’وَمَن ضَحّٰى مَعَ عِلمِ حَقِيقَةِ ضَحِيَّتِہٖ۔ وَصِدقِ طَوِيَّتِہٖ۔ وَخُلُوصِ نِيَّتِہٖ۔ فَقَد ضَحّٰى بِنَفسِہٖ وَمُهجَتِہٖ۔ وَاَبنَاءِہٖ وَحَفَدَتِہٖ۔ وَلَہٗ اَجرٌ عَظِيمٌ۔ اور جس نے اپنی قربانی کی حقیقت کو معلوم کر کے قربانی ادا کی اور صدق دل اور خلوص نیت کے ساتھ ادا کی پس بہ تحقیق اس نے اپنی جان اور اپنے بیٹوں اور اپنے پوتوں کی قربانی کر دی اور اس کے لئے اجر بزرگ ہے جیسا کہ ابراہیمؑ کے لئے اس کے رب کے نزدیک اجر تھا۔‘‘ (خطبہ الہامیہ صفحہ 44)

’’عبادت جو آخرت کے خسارہ سے نجات دیتی ہے وہ اس نفس امارہ کا ذبح کرنا ہے کہ جو بُرے کاموں کیلئے زیادہ سے زیادہ جوش رکھتا ہے اور ایسا حاکم ہے کہ ہر وقت بدی کا حکم دیتا رہتا ہے۔ پس نجات اس میں ہے کہ اس بُرا حکم دینے والے کو اِنْقِطَاعِ اِلَی اللّٰہ کے کاردوں سے ذبح کر دیا جائے اور خلقت سے قطع تعلق کر کے خدا تعالیٰ کو اپنا مونس اور آرام جان قرار دیا جائے اور اسکے ساتھ انواع و اقسام کی تلخیوں کی برداشت بھی کی جائے۔ تا نفس غفلت کی موت سے نجات پاوے اور یہی اسلام کے معنے ہیں اور یہی کامل اطاعت کی حقیقت ہے۔ وَالمُسلِمُ مَن اَسلَمَ وَجهَہٗ لِلّٰهِ رَبِّ العَالَمِينَ۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ 35)

نیز فرمایا: عید الاضحیہ پہلی عید سے بڑھ کر ہے اور عام لوگ بھی اس کو بڑی عید تو کہتے ہیں، مگر سوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کس قدر ہیں جو اپنے تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں اور اس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔ (ملفوظات جلد 1 صفحہ 327)

’’وَلَہٗ نَحَرَ نَاقَةَ نَفسِہٖ وَتَلَّهَا لِلجَبِينِ۔ اور اپنے نفس کی اونٹنی کو اس کے لئے قربان کر دیا ہو اور ذبح کے لئے پیشانی کے بل اسکو گرا دیا ہو۔ اور موت سے یکدم غافل نہ ہو ...... پس اس مقام سے غافل مت ہو...... اور نہ اس بھید سے غافل ہو جو قربانیوں میں پایا جاتا ہے اور قربانیوں کو اس حقیقت کے دیکھنے کے لئے آئینوں کی طرح بنا دو اور ان وصیتوں کو مت بھلاؤ اور ان لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جنہوں نے اپنے خدا اور اپنی موت کو بھلا رکھا ہے...... پس اے عقلمندو! اس میں غور کرو۔‘‘

(خطبہ الہامیہ صفحہ 36 تا 44)

خطبہ الہامیہ کے ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خود رحمٰن خدا نے بتلایا تھا کہ ’’......اِنَّ الضَّحَايَا هِيَ المَطَايَا۔ تُوصِلُ اِلٰى رَبِّ البَرَايَا۔ وَتَمحُوالخَطَايَا۔ وَتَدفَعُ البَلَايَا۔ بہ تحقیق قربانیاں وہی سواریاں ہیں کہ جو خدا تعالیٰ تک پہنچاتی ہیں۔ اور خطاؤں کو محو کرتی ہیں اور بلاؤں کو دُور کرتی ہیں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو ہمیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچیں جو سب مخلوق سے بہتر ہیں اُن پر خدا تعالیٰ کا سلام اور برکتیں ہوں۔‘‘

(خطبہ الہامیہ صفحہ 45)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ فرماتے ہیں:

’’قربانی جو عیدِ اَضحیٰ کے دن کی جاتی ہے اس میں بھی ایک پاک تعلیم ہے اگر اس میں مدنظر وہی امر رہے جو جناب الٰہی نے قرآن شریف میں فرمایا: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ (سورۃ الحج:38) قربانی کیا ہے؟ ایک تصویری زبان میں تعلیم ہے جسے جاہل اور عالم پڑھ سکتے ہیں۔ خدا کسی کے خون اور گوشت کا بھوکا نہیں۔ وہ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ (الانعام:15) ہے۔ ایسا پاک اور عظیم الشان بادشاہ نہ تو کھانوں کا محتاج ہے، نہ گوشت کے چڑھاوے اور لَہُو کا بلکہ وہ تمہیں سکھانا چاہتا ہے کہ تم بھی خدا کے حضور اسی طرح قربان ہو جاؤ جیسے ادنیٰ اعلیٰ کے لئے قربان ہوتا ہے۔‘‘ (خطبات نور صفحہ 431)

پھر فرماتے ہیں:

’’قربانی کا نظارہ عقلمند انسان کے لئے بہت مفید ہے۔ اپنے اعمال کا مطالعہ کرو۔ اپنے فعلوں میں، باتوں میں، خوشیوں میں، ملنساریوں میں، اخلاق میں غور کرو کہ ادنیٰ کو اعلیٰ کے لئے ترک کرتے ہو یا نہیں؟ اگر کرتے ہو تو مبارک ہے تمہارا وجود۔ عیب دار قربانیاں چھوڑ دو۔ تمہاری قربانیوں میں کوئی عیب نہ ہو، نہ سینگ کٹے ہوئے، نہ کان کٹے ہوئے۔ قربانی کے لئے تین راہیں ہیں۔ (۱) استغفار۔ (۲) دعا۔ (۳) صحبت صلحاء۔ انسان کو صحبت سے بڑے بڑے فوائد پہنچتے ہیں۔ صحبت صالحین حاصل کرو۔‘‘ (خطبات نور صفحہ 378)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں:

’’پس اے دوستو! جو حضرت ابراھیمؑ کی قربانی کے واقعہ کو سنتے اور اس کی یاد میں بکرا یا گائے یا دنبہ ذبح کرتے ہو تمہیں یاد رہے کہ بکرے یا گائے کی قربانی کرنا آسان ہے مگر اپنی جان اپنے مال اپنے آرام اور اپنی آسائش کی قربانی کرنا مشکل ہے۔ حضرت ابراھیمؑ نے بکرا ذبح نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو قربان کر دیا تھا۔ اگر تم واقعہ میں حضرت ابراھیمؑ کی یاد تازہ کرتے ہوئے عید الاضحیہ میں حصہ لینا چاہتے ہو اگر تم یہ آرزو رکھتے ہو کہ آئندہ جب دنیا میں عید الاضحیہ منائی جائیں تو گو دنیا اسے حضرت ابراھیمؑ کی قربانی کی یاد میں منائے۔ مگر خدا تعالیٰ کے رجسٹر میں تمہارا نام بھی ہو اور آسمان پر تمہاری قربانیوں کی یادگار میں بھی عید الاضحیہ منائی جائے تو تمہیں ابراھیمی صفات اپنے اندر پیدا کرنی چاہئیں۔ کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ عید صرف حضرت ابراھیمؑ کی یاد میں منائی جاتی ہے اور ان کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں ہوا جس نے خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنی بیوی اور اپنے بچوں کو قربان کر دیا ہو۔ کیا رسول کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ نے جو قربانیاں کیں وہ کوئی معمولی ہیں۔ اور کیا ان کے بعد ہزاروں ایسے لوگ نہیں ہوئے جنہوں نے اپنے بیوی بچے خدا تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دئے۔ یقیناً ایسے لوگ ہوئے ہیں اور ہزاروں کی تعداد میں ہوئے ہیں لیکن چونکہ اتنی لمبی لسٹ لوگ یاد نہیں رکھ سکتے اس لئے دنیا کے لوگ تو یہ عید صرف حضرت ابراھیمؑ کی قربانی کی یاد میں مناتے ہیں مگر خدا تعالیٰ کی لسٹ میں وہ تمام لوگ شامل ہوتے ہیں جنہوں نے اس کی راہ میں قربانیاں کیں۔ جب عید الاضحیہ آتی ہے اور لوگ اِسے حضرت ابراھیمؑ کی یاد میں مناتے ہیں اس وقت خدا ان سارے شہداء کی یاد میں یہ عید مناتا ہے۔ جنہوں نے اس کے لئے قربانیاں کیں۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے فرشتے ان سارے شہداء کے نام پر یہ عید مناتے ہیں جنہوں نے اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو خدا تعالیٰ کے رستہ میں قربان کر دیا۔ (خطبات محمود جلد 2 صفحہ 227 تا 229)

فرمایا:

پس کوشش کرو کہ تمہاری زندگیاں ایک حقیقی اور تاریخی افسانہ بنیں۔ جس طرح ابراھیمؑ کی زندگی ایک حقیقی اور تاریخی افسانہ بن گئی۔ اور اپنے آپ کو خدا سے دور کر کے اور چھوٹی چھوٹی باتوں کے لئے اپنی زندگیوں کو صرف کر کے ایک بے معنی اور لغو وجود مت بنو کیونکہ

بقیہ صفحہ 10 پر

حقیقی عید

(مرسلہ: عبدالباسط شاہد۔ لندن)

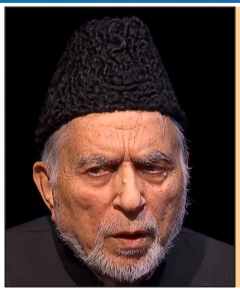

سیدنا حضرت مصلح موعود، خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

عید ایک ایسی چیز ہے جس کو ساری قومیں مناتی ہیں۔ کوئی اس کا نام تہوار رکھ لیتا ہے، کوئی عید کہہ دیتا ہے، کوئی کرسمس ڈیز کے نام سے اسے یاد کر لیتا ہے۔ بہرحال دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جس میں عید نہیں پائی جاتی۔ ہر قوم کسی نہ کسی طرح عید مناتی ہے۔ سینکڑوں اور ہزاروں سال تک بنی نوع انسان آپس میں جدا جدا رہے۔ امریکہ والے دنیا کے دوسرے لوگوں سے اس وقت تک نہیں مل سکے جب تک کولمبس نے اسے دریافت نہ کر لیا۔ آسٹریلیا والے بھی ایک وقت تک دوسرے لوگوں سے نہ مل سکے مگر باوجود اس کے تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے پرانے باشندوں میں بھی عید کی رسم پائی جاتی تھی۔ اسی طرح افریقہ کے پرانے باشندوں میں بھی بعض تہوار پائے جاتے ہیں۔ غرض عید کے موجبات خواہ مختلف ہوں اس کا وجود ہر قوم اور ہر ملک میں پایا جاتا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عید کا تعلق فطرت کے ساتھ ہے۔

''اسلام نے بھی سال میں دو عیدیں رکھی ہیں جن میں سے ایک کا نام عید الفطر ہے اور دوسری عید الاضحیہ۔ ان کے علاوہ رسول کریم ﷺ نے جمعہ کے دن کو بھی مسلمانوں کے لئے عید کا دن قرار دیا ہے گویا اسلام دوسری قوموں اور مذاہب سے عید کے لحاظ سے بھی بڑھ کر ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عید کہتے کس کو ہیں؟ آخر کوئی وجہ بھی ہے جس کی وجہ سے ہر قوم اور مذہب میں عید رکھی گئی ہے۔

عید اس لئے رکھی گئی ہے کہ انسان اگر ہمیشہ رنج کی طرف ہی دیکھتا رہے تو اس کے قویٰ مضمحل ہو جائیں۔ کبھی کبھی اس کی نظر اپنے اعلیٰ مقاصد اور کامیابیوں کی طرف بھی جانی چاہئے۔ اگر وہ اپنی کامیابیوں کو یاد کرتا رہے اور اپنے مقاصد کو سامنے رکھے تو اس کا حوصلہ بڑھتا چلا جائے گا اور اس طرح قوم مرنے نہیں پائے گی۔

ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ ہماری عیدوں کے پیچھے حقیقی خوشی کی بنیاد پائی جاتی ہے یا نہیں۔ اگر ہماری عید کے پیچھے حقیقی خوشی کی بنیاد پائی جاتی ہے تو وہ ہمارے لئے موجب برکات ہے۔ اور اگر اس کے پیچھے حقیقی خوشی کی بنیاد نہیں پائی جاتی تو پھر ہر عید جو آئے گی ہمیں پہلے سال سے بھی زیادہ مردہ بنائے گی...

قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ عید تین وجوہات کی بنا پر منائی جاتی ہے۔ اول انسان کو اس کا محبوب یعنی خدا مل جائے۔ جب اسے خدا مل جائے گا تو اس کی عید حقیقی معنوں میں عید ہوگی۔ لیکن اگر اسے خدا نہیں ملتا تو پھر عید کیسی؟... اگر کوئی ایسی جماعت تھی جو اس بات کی دعویدار تھی کہ ہمیں خدا تعالیٰ مل گیا ہے تو وہ رسول کریم ﷺ اور آپؐ کے صحابہؓ تھے۔

پس جس شخص کو اس کا محبوب مل جائے اس کی عید بن جاتی ہے۔ غالب کہتا ہے کہ اصل خوشی اس شخص کی ہے جس کے بازو پر اس کے محبوب نے سر رکھ دیا ہو۔ پس اصل خوشی اسی شخص کی ہے جس نے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہو اور اس سے باتیں کی ہوں...

غرض ایک عید اس شخص کی ہوتی ہے جسے اس کا محبوب یعنی خدا تعالیٰ مل جائے اور یہ حقیقی عید تھی جو صحابہؓ کو حاصل تھی۔ اسی طرح یہ عید خلفاء راشدین کے زمانہ میں اور اس کے بعد بھی ایک عرصہ تک چلی گئی... بہرحال ان وجوہات میں سے جن کی وجہ سے صحابہؓ عید منایا کرتے تھے ایک وجہ یہ بھی تھی کہ انہیں ان کا محبوب یعنی خدا تعالیٰ مل گیا تھا۔

عید منانے کی دوسری وجہ جو قرآن کریم سے معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ فردی ترقی کے علاوہ قومی ترقیات بھی اس قدر مل رہی ہوں کہ جدھر بھی قوم منہ کرے کامیابیاں اور کامرانیاں اس کے قدم چومیں۔ صحابہؓ نے اتنی فتوحات حاصل کیں کہ جدھر بھی وہ منہ کرتے تھے فتح و نصرت ان کے ساتھ رہتی تھی اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا وہ جنّات ہیں جدھر بھی منہ کرتے ہیں دنیا کو مطیع بناتے چلے جاتے ہیں۔ پہلی چیز روحانی اور فردی تھی اور یہ مادی اور قومی تھی جس کی وجہ سے صحابہؓ عید منانے کے مستحق تھے۔

تیسری وجہ عید منانے کی یہ ہوتی ہے کہ قومی اخلاق اس قدر بلند ہوں کہ لوگ کسی پر ظلم نہ کریں اور ہر شخص یہ سمجھے کہ اس کے حقوق محفوظ ہیں صحابہؓ اخلاقی لحاظ سے اتنے کمال پر تھے کہ اس زمانہ میں ہر شخص کے حقوق محفوظ تھے اور وہ کسی پر ظلم نہیں کرتے تھے... بہرحال یہ تیسری وجہ تھی جس کی وجہ سے صحابہؓ عید منانے کے حقدار تھے اور ان کی عید حقیقی عید تھی۔... یہ چیزان لوگوں کی عید کا موجب تھی۔ جس قوم میں ایسے افراد پائے جاتے ہوں جن کو خدا مل گیا ہو، جس قوم میں ایسے افراد پائے جاتے ہوں جنہوں نے نہ صرف انفرادی اور روحانی ترقیات حاصل کی ہوں بلکہ قومی ترقیات بھی حاصل کی ہوں اور جس طرف وہ منہ کرتے ہوں کامیابیاں اور فتوحات ان کے قدم چومتی ہوں۔ جس قوم میں ایسے بلند اخلاق پائے جاتے ہوں کہ ان کے زمانہ میں کسی کو اپنا حق مارے جانے کا خیال بھی پیدا نہ ہو۔ وہ قوم مستحق ہے حقیقی عید منانے کی۔ وہ قوم مستحق ہے حقیقی خوشیاں منانے کی۔ کیا دنیا میں اب بھی ایسے لوگ پائے جاتے ہیں؟ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔

محمد رسول اللہ ﷺ اس لئے عید مناتے تھے کہ آپؐ کا محبوب یعنی خدا تعالیٰ آپ کو مل گیا۔ اور مسلمان اس لئے عید مناتے تھے کہ ان کے آقا کی جائیداد انہیں مل گئی اور اس کی حکومت دنیا میں قائم ہوگئی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ آج ایک مسلمان کیوں عید مناتا ہے؟ کیا وہ اس لئے عید مناتا ہے کہ اس کے باپ دادا کی جائیداد ایک ایک کر کے اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ کیا وہ اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ اس کی اپنی روحانی جائیداد ایک ایک کر کے اس کے ہاتھ سے نکل گئی۔ کیا وہ اس بات پر خوش ہوتا ہے کہ عدل و انصاف اس میں باقی نہیں رہا۔ آخر وہ کونسی چیز ہے جس پر خوش ہو کر وہ عید مناتا ہے۔ کیا وہ نئے کپڑے بدلنے یا طرح طرح کے کھانے کھانے پر خوش ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عید پہلے زمانہ میں انعام تھی۔ لیکن اب تازیانہ ہے۔ اور ہر عید جو آتی ہے وہ ہم سے مطالبہ کرتی ہے کہ بولو تم عید کیوں منا رہے ہو۔ ہم بے شک ظاہر میں عید مناتے ہیں لیکن اس کے موجبات اور محرکات ہم میں موجود نہیں۔... اگر مسلمان یہ کام کر سکتے ہیں تو ان کی عید، عید ہے۔ ورنہ ان کی عید کوئی عید نہیں...

پھر ہم کس چیز کی عید منا رہے ہیں۔ یہ ایک سوال ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو اپنے نفس سے پوچھنا چاہیے۔ اگر واقعہ میں ہم میں جانی اور مالی قربانی کی روح پائی جاتی ہے۔ اگر ہم خدا تعالیٰ کے سامنے رو رو کر اس کی مدد طلب کرتے ہیں تو واقعی ہماری عید، عید ہے۔ اور ہم اللہ تعالیٰ اور رسول کریم ﷺ کے سامنے آنکھ اٹھانے کے قابل ہیں۔ ورنہ ہماری عید کچھ بھی نہیں بلکہ ہر عید ہمیں پہلے سے بھی زیادہ مردہ بنا دے گی۔''

(خطبہ جمعہ فرمودہ 28 جولائی 1949ء بمقام پارک ہاؤس، کوئٹہ)

(خطبات محمود جلد اول صفحہ 301-309)

بقیہ: عید قربان کی حکمت اور فلسفہ...... از صفحہ 9

دائمی زندگی ہی اصل زندگی ہے۔ (خطبات محمود جلد 2 ص 206)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ فرماتے ہیں: اس کو پیش نظر رکھیں اور تکبیرات کہا کریں یہ چند دن تکبیرات کے ہیں اور اپنے گھر کو تکبیرات کی آواز سے سجائیں اور بچوں کو عادت ڈالیں اس خوبصورت آواز کو سننے کی یہاں تک کہ ان کے دل پر یہ آواز جاگزیں ہو جائے اور کبھی بھی نہ بھولے۔ اور سب سے اچھا نغمہ ان کی روح میں جو سرایت کرے وہ انہیں تکبیرات کا نغمہ ہو۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔

(خطبات طاہر (عیدین) صفحہ: 651،652)

ہمارے پیارے امام سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں: یہ عید کا دن بھی آپ کو اس نیکی کے بجالانے والا اس طرف توجہ دلانے والا ہونا چاہیے... عید کے دنوں میں بھی مسکینوں کی خوشیوں میں شامل ہونا چاہیے۔ غریبوں کی خوشیوں میں بھی شامل ہونا چاہیے... مسکینوں یتیموں کا خیال رکھنا نیکی ہے کیونکہ یہ نیکی خدا کی خاطر کی جارہی ہوتی ہے... جماعت تو حتی الوسع ضرورت مندوں کو عید کے دن ضروریات مہیا کرتی ہے، ان کا خیال رکھتی ہے۔ کچھ نہ کچھ انتظام ہوتا ہے اور اللہ کے فضل سے صاحب حیثیت اس میں رقوم بھی بلکہ بعض اچھی رقوم بھجواتے ہیں۔ لیکن انفرادی طور پر بھی ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیے کہ اس نیکی کو جاری کرے اور صرف اس عید پر ہی یہ خیال نہ رکھے بلکہ جیسا کہ میں نے پہلے بھی ایک دفعہ کہا تھا کہ ایسا ذریعہ اختیار کرنا چاہیے کہ ضرورت مندوں کی ضرورت پوری ہوتی رہے۔ اور جن کو مدد دے کر پاؤں پر کھڑا کیا جا سکتا ہے، ان کو کھڑا کیا جائے۔

(مشعل راہ جلد 5 حصہ سوم صفحہ 136،137)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کی توفیق دے کہ ہم اس عید سے سبق حاصل کریں اور ہمارے دل اس کے آستانہ محبت کے گرد لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ کہتے ہوئے اس وقت تک گھومتے رہیں جب تک کہ شمع پروانے کو جلا کر اپنے نور میں غائب نہ کر دے اور ہمارا وجود لَا شَرِیْكَ لَكَ کی بین دلیل نہ ہو جائے۔) آمین یا رب العالمین

☆...☆...☆

تبرکات

رسول کریمؐ کی وصیت مسلمانوں کو حجۃ الوداع کے موقع پر کعبہ کب سے مرکزِ حج بنا؟

(حضرت میر محمد اسحاق صاحبؓ)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَیۡتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیۡ بِبَکَّۃَ (آل عمران:97) یعنی خانہ کعبہ دنیا میں سب سے پہلی عبادت گاہ ہے۔ پس اس آیت سے کعبۃ اللہ کا بطور معبد کے تو قدیم ہونا ثابت ہوتا ہے لیکن یہ امر کہ اس گھر کا حج بھی ابتداء عالم سے جاری ہے یقینی طور پر ثابت نہیں۔ البتہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے اس گھر کے حج کے لئے مرکز بننا پایہ ثبوت تک پہنچا ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ یَاۡتُوۡکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاۡتِیۡنَ مِنۡ کُلِّ فَجٍّ عَمِیۡقٍ (الحج:28) یعنی ہم نے ابراہیم کو حکم دیا تھا کہ اے ابراہیم! تو لوگوں میں اعلان کر دے۔ آؤ لوگو اس گھر کا حج کیا کرو۔ پھر فرمایا کہ اس حکم کے ساتھ ہی ہم نے یہ پیشگوئی بھی کر دی کہ اب اس حکم کے بعد یہ گھر دور و نزدیک سب جگہوں سے حج کے لئے آنے والوں کا مرکز بن جائے گا۔ لوگ اتنے نزدیک سے بھی آئیں گے کہ انہیں سواری کی ضرورت نہ ہو گی۔ گھر سے پیدل ہی نکل کھڑے ہوں گے۔ جیسا کہ مکہ کے قرب و جوار میں رہنے والے اور اتنے دور دراز سے بھی آئیں گے کہ ایک فربہ اونٹ جو ہزاروں میل ریگستان کے سفر کو بخوبی طے کر سکتا ہے آتے آتے اس کے کوہان کی چربی پگھل کر بالکل دُبلا ہو کر وہ مکہ میں پہنچے گا۔

پس ہم نہیں کہہ سکتے کہ حج کا یہ ابراہیمی اعلان آیا ابتدائی اعلان تھا اور حج ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے شروع ہوا یا یہ اعلان تجدید حج کی رسم کہنہ کے لئے۔ جو امتداد زمانہ کے زیر اثر مٹ چکی تھی تجدید کا حکم رکھتا تھا۔ خواہ کوئی صورت ہو بہر حال یہ امر یقینی ہے کہ حج کا موجودہ غیر منقطع بابرکت سلسلہ ابو الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ کے پاک وجود کے ذریعہ شروع ہوا اور آج تک اپنی پوری شان و شوکت سے جاری ہے۔ اور یہ قیامت نما محشر کا سالانہ منظر انشاء اللہ سچے خدا کے سچے وعدوں کے مطابق قیامت تک رونما ہوتا رہے گا۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حج

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قریباً اڑھائی ہزار برس بعد انہی کی دعا کے نتیجہ میں انہی کی اولاد سے اللہ تعالیٰ نے عرب کے پتھروں میں ایک لعل بے بہا پیدا کیا وہ کون؟ وہ ہمارا سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حضور نے چالیس برس کی عمر میں دعویٰ نبوت کیا۔ حضور کے دعویٰ سے قبل بھی ہر سال حج ہوتا تھا اور حضور بھی ابراہیمی سنت اور قومی رواج کے ماتحت حج کرتے ہوں گے۔ لیکن حضور کے نئے مذہب یعنی اسلام میں ابھی حج دین کا رُکن اور اسلامی ملت کا ستون نہ بنا تھا۔ دعویٰ کے تیرہ سال بعد حضور مدینہ تشریف لے گئے۔ مگر حج کا حکم ابھی قرآن مجید میں نازل نہیں ہوا تھا۔ مدینہ پہنچ کر ہجرت کے پانچویں سال قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم نازل فرمایا۔ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الۡبَیۡتِ مَنِ اسۡتَطَاعَ اِلَیۡہِ سَبِیۡلًا (آل عمران:98) یعنی اے لوگو! عمر بھر میں ایک دفعہ تم پر فرض ہے کہ اگر کوئی روک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کے دار الخلافہ مکہ میں اس کے دربار کعبہ میں حاضری دے آیا کرو۔

اس آیت کے بعد خانہ کعبہ کا حج صرف ابراہیمی سنت نہ رہا بلکہ اسلامی رُکن بن گیا اور اب ایک مسلمان کے لئے ضروری ہو گیا کہ وہ عمر بھر ایک دفعہ مکہ میں اسلام کے لئے ضرور حاضر ہوا کرے۔ لیکن جس وقت مدینہ میں یہ حکم نازل ہوا مکہ میں اس وقت کفار قریش کا قبضہ تھا اور وہ مسلمانوں کو وہاں گھسنے تک نہ دیتے تھے۔ اس لئے حضورؐ اور حضورؐ کے ساتھیوں کے لئے حج کا دروازہ بند تھا۔ اس آیت کے نزول کے تین سال بعد یعنی 8ہجری کے رمضان میں مکہ فتح ہوا اور حضور علیہ السلام کے بے مثال عفو عام اور بے نظیر درگزر نے مکہ والوں کی کایا پلٹ دی۔ اور وہی جگہ جو کفر کا گڑھ تھی اسلام کا مرکز بن گئی اور مکہ کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے۔ فتح مکہ کے دو اڑھائی ماہ بعد ذوالحجہ میں حج ہوا۔

اس حج میں مکہ کے مسلمان اور کافر اور اسی طرح عرب کے اَور قبائل کے مسلمانوں اور کافروں نے مل جل کر حج کیا۔ لیکن حضور علیہ السلام مدینہ سے نہ تو خود تشریف لائے اور نہ حضور علیہ السلام کے صحابہؓ مدینہ سے کسی امیر کے ماتحت قافلہ بنا کر اس حج میں شریک ہوئے۔ پھر اگلے سال 9 ہجری میں حضور علیہ السلام گو خود حج کے لئے تشریف نہیں لے گئے مگر حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر قافلہ بنا کر سینکڑوں صحابہؓ کو حج کے لئے بھیجا اور اپنی طرف سے کچھ قربانیاں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مکہ کی طرف روانہ کیں۔ اور گو اس حج میں اکثریت مسلمانوں کی تھی مگر قبائل کے کافروں نے بھی حج کیا۔ اسی حج میں سورۃ براءت کی ابتدائی آیتوں کا اعلان حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضور علیہ السلام کے خاندان میں سے ہونے کے سبب حضور کی طرف سے مکہ میں کیا۔

پھر اگلے سال 10 ہجری کو حضرت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنفسِ نفیس ذوالقعدہ کی پچیسویں تاریخ کو ہزاروں لوگوں کو لے کر روانہ ہوئے جن میں حضور کے قریباً تمام صحابہؓ اور حضور کی تمام ازواج مطہراتؓ اور حضور کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ بھی مع بچوں کے تھیں۔ غرض یہ عظیم الشان قافلہ پونے تین سو میل کا ریگستانی سفر صرف 9 دن میں طے کرتا ہوا ذوالحجہ کی چوتھی تاریخ کو مکہ میں داخل ہوا۔

مِنٰی کے میدان میں اجتماع اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وعظ

چوتھی سے ساتویں تاریخ تک چار دن حضور مکہ میں ٹھہرے رہے۔ آٹھویں تاریخ کو یہ قافلہ مِنٰی میں گیا جو مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ نویں تاریخ کو عرفات کے میدان میں پہنچا۔ یہ مقام مکہ سے نو میل کے فاصلہ پر ہے۔ یہاں سارا دن دعاؤں میں لگے رہنے کے بعد سورج ڈوبنے پر وہاں سے واپس روانہ ہو کر رات بھر مزدلفہ کے مقام میں رہا جو مکہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور وہاں کے مقررہ میدان میں دعائیں کر کے سورج نکلنے سے پیشتر روانہ ہو کر دسویں تاریخ یعنی عید الاضحٰی کے دن پھر مِنٰی کے میدان میں آیا اور وہاں یہ قافلہ تین چار روز ٹھہرا رہا۔ یہاں پر قریباً سب نے قربانیاں کیں۔ سر مُنڈائے، اپنی اپنی نذریں پوری کیں اور دن رات لبیک لبیک یعنی حاضر جناب حاضر جناب کے

نعرے لگا کر بسر کئے۔ خود حضور علیہ السلام نے اپنی طرف سے پورے ایک سو اونٹ قربان کئے۔ تریسٹھ (63) اپنے ہاتھ سے اور باقی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ذبح کرائے اور اس طرح اس قافلہ نے حج کے مناسک ختم کئے۔ مِنٰی کے اس میدان میں علاوہ اس کے کہ خود حضور علیہ السلام کے ہمراہی ہزاروں ہزار مسلمان تھے۔ اردگرد کے قبائل کے مسلمان اور خود شہر مکہ کے لوگ جمع ہو کر ایک لاکھ سے زیادہ مجمع ہو گیا اور بقول کسی اہل ذوق کے ایک لاکھ چوبیں ہزار نبیوں کی طرح اس حج میں نبیوں کے سردار کے اردگرد ایک لاکھ چوبیں ہزار صحابہ تھے۔ جس کا مفہوم یہ ہوا کہ حضور علیہ السلام کے صحابہ، انبیاء علیہم السلام کے مثیل تھے۔ خیر یہ تو ذوقی باتیں ہیں اور اصل تعداد اور حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ بہر حال مِنٰی کے میلوں لمبے چوڑے میدان میں حاجیوں کا ایک بے پناہ لشکر اور اللہ کے عاشقوں کا ایک سیلابِ عظیم اُمڈا چلا آتا تھا اور خدا کی راہ میں کفن پہن کر ننگے سر لَبَّیۡکَ اَللّٰھُمَّ لَکَ لَبَّیۡکَ پکارنے والوں کا اتنا بڑا ہجوم تھا کہ جسے دیکھ کر حشر کا میدان آنکھوں کے سامنے پھر جاتا تھا۔ اس عظیم الشان مجمع میں حضور علیہ السلام منبر کا کام ایک اونٹنی سے لیتے ہوئے اس پر سوار ہو کر تشریف لائے اور ایک نہایت اونچی آواز والے صحابی جریر نامی سے کہا:۔

یَا جَرِیۡرُ اِسۡتَنۡصِتِ النَّاسَ لَعَلِّیۡ اَعۡھَدُ اِلَی النَّاسِ

یعنی اے جریر! ذرا لوگوں کو چپ کرا تا کہ میں انہیں وصیت کر سکوں۔ اس پر جریر اور بعض دوسرے لوگوں نے مجمع کو یہ کہہ کر کہ حضور علیہ السلام کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں خاموش کرایا۔ اور یہ عظیم الشان مجمع ایسا پُرسکوت اور ہمہ تن گوش ہو گیا کہ ایک شخص کہتا ہے کہ جس وقت حضور علیہ السلام خطبہ فرما رہے تھے میں حضور کی اونٹنی کی نکیل تھامے کھڑا تھا اور اونٹنی کے منہ سے لعاب میرے اوپر گرتا تھا مگر میں ذرا حرکت نہ کرتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے لعاب سے میں تر بتر ہو گیا۔ مگر ذرا آگے پیچھے نہ ہوا۔ اس کے بعد جب سب لوگ خاموش ہو گئے تو حضور علیہ السلام نے ایک لمبا وعظ فرمایا۔

رسول کریمؐ نے کیا فرمایا:۔

چونکہ کسی ایک حدیث میں ترتیب سے پورا خطبہ درج نہیں بلکہ مختلف حدیثوں میں مختلف حصے بیان ہوئے ہیں اس لئے میں اپنی ترتیب سے بامحاورہ حاصل مطلب کے طور پر وہ تمام باتیں جو مختلف حدیثوں میں آئی

ہیں عرض کر دیتا ہوں:۔

حضور علیہ السلام نے سب سے پہلے کلمہ شہادت پڑھا۔ پھر خدا تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی۔ پھر فرمایا۔ لوگو سن لو! میں تم سے رخصت ہوتا ہوں۔ معلوم نہیں ہم تم پھر ملیں یا نہ ملیں۔ اس لئے غور سے میری باتیں سن لو۔ پھر فرمایا۔ لوگو! یہ کونسا مہینہ ہے۔ لوگوں نے سمجھا شاید حضور اس مہینہ کا نام بدلنا چاہتے ہیں۔ اس لئے لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا یہ مہینہ ذوالحجہ نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ پھر فرمایا۔ یہ کونسا دن ہے۔ لوگوں نے پھر وہی جواب دیا کہ اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا یہ حج کا دن، قربانی کا دن اور دسویں تاریخ نہیں ہے؟ لوگوں نے عرض کیا۔ جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ پھر حضور نے پوچھا۔ یہ کونسا مقام ہے؟ حاضرین نے عرض کیا۔ اللہ اور اس کا رسول بہتر سمجھتے ہیں۔ فرمایا۔ کیا یہ حرم نہیں؟ لوگوں نے عرض کیا۔ جی ہاں یا رسول اللہؐ۔ اس پر آپؐ نے فرمایا۔ پھر سن لو کہ تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم پر آپس میں اسی طرح حرام ہیں جس طرح تمہارا یہ دن، تمہارا یہ مہینہ اور تمہارا یہ مقام حرام ہے۔

حضور علیہ السلام کے اس ارشاد کی تشریح یہ ہے کہ عرب کے لوگ زمانہ کے لحاظ سے ذوالحجہ مہینہ کو منجملہ بعض اور حرام مہینوں کے حرام یعنی عزت والا مہینہ سمجھتے تھے۔ یعنی نہ اس ماہ میں وہ لڑائی کرتے تھے نہ ڈاکہ وغیرہ ڈالتے تھے اور نہ قتل و غارت کے مرتکب ہوتے تھے۔ بلکہ یہاں تک وہ محتاط تھے کہ قاتل کو قصاص میں بھی اس مہینہ میں قتل نہ کرتے تھے۔ بلکہ انتظار کرتے رہتے تھے اور شہر الحرام گزر جاتے پھر اُسے قتل کرتے تھے۔ ان کا کیسا ہی شدید دشمن کیوں نہ ہو مجال نہ تھی کہ اس مہینہ میں اس کو کوئی تکلیف پہنچائیں۔ دوست دشمن سب کھلے بندوں پھرتے تھے۔ کسی کو یہ جرأت نہ ہوتی تھی کہ کسی کی طرف نظر اُٹھا کر بھی دیکھ سکے۔ بالخصوص اس ماہ کی دسویں تاریخ جو حج کی ایک نہایت اہم تاریخ تھی نہایت ہی حُرمت اپنے اندر رکھتی تھی۔ کیونکہ عرب کے تمام قبائل اسی تاریخ کو اکٹھے ہوتے تھے۔

مقام منٰی کی حُرمت

پھر مکان کے لحاظ سے منٰی ان مقامات میں سے تھا کہ خدا کا حرم کہلاتا تھا اور یہ مقام ان مقامات میں سے تھا کہ اگر حرام مہینے نہ بھی ہوں مگر اس مقام پر قتل و غارت کا امکان نہ تھا۔ قصاص کے وقت بھی قاتل کو حرم سے باہر لے جا کر قتل کیا جاتا تھا۔ پس جس دن اور جس مقام پر حضور علیہ السلام نے یہ خطبہ پڑھا وہ دوگنی بلکہ سہ گنی حرمتوں کا مجموعہ تھا کہ مہینہ بھی حرام، دن بھی حرام اور جگہ بھی حرام۔

پس اُس دن اور اس مقام کی حرمتوں کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا۔ کہ اے لوگو! تم اس مہینہ کو حرام، اس دن کو حرام اور اس مقام کو حرام سمجھتے ہو۔ اور حرمت کے قواعد کے مطابق ناممکن ہے کہ ان تینوں حرمتوں کی موجودگی میں تم اس مکان سے ایک کانٹا بھی توڑ سکو۔ مگر یاد رکھو کہ یہ مکانی اور زمانی حرمتیں تو ایک واسطہ ہیں اصل مقصود نہیں۔ بلکہ اصلی مقصد تو یہ ہے کہ جس طرح تم اس مہینہ میں بالخصوص اس دن میں پھر خصوصیت سے اس مقام پر کانٹا توڑنا بھی حرام سمجھتے ہو۔ سن لو کہ ایک مسلمان کی جان، اس کا مال اور اس کی عزت تم پر ہر روز اور ہر مقام پر اُسی طرح حرام اور قطعی حرام ہے جس طرح آج کی حرمت، جس طرح اس مہینہ کی حرمت اور جس طرح اس مقام کی حرمت ہے۔

پھر فرمایا کہ دیکھو لوگو! عدل سے اِدھر اُدھر نہ ہونا۔ جو مجرم ہو اسی کو پکڑنا۔ مجرم کے بدلہ اس کے باپ کو یا قصوروار کے عوض اس کے بیٹے کو نہ پکڑنا بلکہ جو کرے وہی بھرے۔

یہ نصیحت حضور علیہ السلام نے اس لئے کی کہ جاہلیت میں قتل وغیرہ جرائم میں قاتل کی شخصیت کو نہیں دیکھتے تھے بلکہ ان کا مقصد جرم کا بدلہ لینا ہوتا تھا۔ قصوروار نہ ملا تو اس کے باپ ہی کو پکڑ لیا۔ وہ نہ ملا تو بیٹے کو گرفتار کر لیا۔ وہ ہاتھ نہ لگا تو کسی اور رشتہ دار کو سزا دے دی۔ اس کا موقع نہ ملا تو مجرم کے قبیلہ کے کسی نہ کسی فرد سے بدلہ لے لیا۔

سُود کا انسداد

پھر فرمایا کہ لوگو! ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اسے چاہئے کہ اپنے بھائی سے وہی سلوک کرے جو وہ چاہتا ہے کہ مجھ سے کیا جائے۔ لوگو! آج سے جاہلیت کے تمام سُودی کاروبار کو میں اپنے پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں۔ تم لوگ اپنے قرضوں کی اصل رقم تو مقروضوں سے واپس لے سکتے ہو مگر سُود کی ایک کوڑی نہیں لے سکتے۔ ہاں میں اپنے خاندان کو نمونہ بنانا چاہتا ہوں۔ اس لئے میں اپنے چچا عباس (جو سُودی کاروبار کرتے تھے) کے تمام قرضے کالعدم کرتا ہوں۔ نہ سُود نہ اصل رقم۔ دونوں رقمیں اس کے مقروضوں کو معاف کرتا ہوں۔

زمانہ جاہلیت کے قصاص معاف

پھر فرمایا:۔ لوگو! میں زمانہ جاہلیت کے تمام خونوں کو اپنے پاؤں کے نیچے مسلتا ہوں۔ اب کوئی شخص اسلام میں اپنے کسی مقتول کے بدلہ میں جو اسلام سے قبل قتل کیا گیا ہو کسی کو قتل نہیں کر سکتا اور نمونہ کے طور پر میں اپنے سگے چچا حارث بن عبدالمطلب کا خون معاف کرتا ہوں کہ جسے ھذیل قبیلہ نے شیر خواری کی عمر میں جبکہ وہ بنی لیث قبیلہ میں ایک دائی کے پاس رہتا تھا قتل کر دیا تھا۔ یہاں پر جاننا چاہئے کہ جاہلیت میں عرب لوگوں کا یہ دستور نہ تھا کہ قتل کے عوض میں قاتل ہی کو سزا دی جائے بلکہ جب کسی قبیلہ کا کوئی آدمی کسی دوسرے قبیلہ کے کسی آدمی کے ہاتھ سے مارا جاتا تو مقتول کے قبیلہ کے لوگ اس قتل کو یاد رکھتے اور جب کبھی موقع ملتا خواہ پچاس برس کے بعد ہی کیوں نہ ہو تو وہ قاتل کے قبیلہ میں سے کسی ایک یا زیادہ اشخاص کو قتل کر دیتے۔ اور سب قبائل اپنے مقتولوں اور ان کے قاتلوں کی فہرست ازبر یاد رکھتے اور موقع نکلنے پر بدلہ اس قبیلہ سے لیتے تھے۔ پس قصاص قاتل اور مقتول کے درمیان نہ ہوتا تھا بلکہ قاتل اور مقتول کے قبیلوں کے درمیان ہوتا تھا۔ اس دستور کے مطابق حضور کا ایک چچا حارث نام جو دودھ پینے کے لئے بنولیث قبیلہ میں بھیجا گیا وہاں اسے ھذیل قبیلہ کے کسی آدمی نے قتل کر دیا۔ اب حضور کے خاندان بنو ہاشم موقع کے منتظر تھے کہ کسی مناسب موقع پر ھذیل قبیلہ کا کوئی بڑا آدمی قتل کریں کہ اس اثناء میں بیسیوں برس گزر گئے۔ حتّٰی کہ اسلام آیا، پھر مکہ فتح ہوا اور پھر حجۃ الوداع کا موقع آیا۔ اس موقع پر تمام ملک کے لوگوں کی موجودگی میں حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمام قتل جو آج سے قبل مختلف قبیلوں میں ہو چکے۔ اب میں اعلان کرتا ہوں کہ آج سے پہلا سب حساب بند اور سب سے پہلے میں اپنے چچا حارث کا خون کالعدم کرتا ہوں۔

بیویوں کے متعلق وصیت

پھر فرمایا:۔ لوگو! میں تمہاری بیویوں کے متعلق تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ ان سے حسن سلوک سے پیش آیا کرو۔ سنو وہ تمہاری لونڈیاں نہیں ہیں بلکہ اِنَّمَا ھُنَّ عَوَانٌ عِنْدَکُمْ (سنن الترمذی کتاب الرضاع باب ما جاء فی حق المرأۃِ علی زوجھا) یعنی وہ تمہاری مددگار ہیں جو خدا نے تمہیں تمہارے فرائض کے سرانجام دینے کے لئے عنایت کی ہیں۔ اس سے زیادہ تمہارا ان پر کوئی زور نہیں ہے۔ ہاں اگر وہ بے حیائی اختیار کریں۔ مگر یہ تمہارا وہم نہ ہو بلکہ ان کی بے حیائی کھلم کھلا اور ثابت شدہ ہو تو بے شک تمہیں ان کی اصلاح کے لئے قدم اُٹھانے کی اجازت ہے۔ سنو! پہلے انہیں وعظ و نصیحت کرو۔ پھر اگر اثر نہ ہو تو تنبیہ کے طور پر ان سے الگ کمروں میں رات گزارو۔ پھر بھی اگر وہ اصلاح نہ کریں تو تمہیں انہیں بدنی سزا کا بھی اختیار ہے مگر دیکھو ہڈی نہ ٹوٹے، گوشت نہ پھٹے، ضرب شدید نہ ہو۔ پھر اگر وہ تمہاری اس تنبیہ پر اپنی اصلاح کر لیں تو پھر قطعاً اِدھر اُدھر کے بہانوں سے اپنا غصہ یا کینہ نہ نکالو۔ سنو لوگو! جس طرح تمہاری بیویوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں اسی طرح تم پر بھی ان کے کچھ حقوق ہیں۔ مثلاً تمہارا یہ حق ہے کہ تمہاری بیویاں ان لوگوں سے نہ ملیں جن سے تم انہیں روکتے ہو۔ تمہارے گھروں میں انہیں نہ آنے دیں جن کا آنا تمہیں ناپسند ہو۔ دیکھو لوگو! تمہارا بھی فرض ہے کہ تم کھانے پینے، کپڑے وغیرہ میں ان سے آرام و آسائش کا سلوک اختیار کرو۔

خدا کا پیغام پہنچا دیا

اس کے بعد فرمایا۔ دیکھو! اللہ نے میرے ذریعہ تم سب کو بھائی بھائی بنا دیا۔ اب کہیں ایسا نہ ہو کہ میرے بعد تم پھر جاہلیت کا طریق اختیار کر کے ایک دوسرے کی گردنیں اُڑانے لگ جاؤ۔ اس کے بعد حضور نے بہت سی نصیحتیں فرمائیں اور جب حضور یہ خطبہ ختم کر چکے تو فرمایا کہ لوگو! بتاؤ میں تم کو یہ سب باتیں سنا چکا ہوں یا نہیں؟ سب نے بالاتفاق کہا کہ ہاں حضور نے ہمیں یہ باتیں پہنچا دی ہیں۔ اس پر آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھا کر کہا کہ اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ یعنی اے اللہ! گواہ رہ کہ میں تیرے بندوں کو تیرا پیغام پہنچا چکا اور اپنا فرض ادا کر چکا ہوں۔ تین دفعہ حضور نے یہ الفاظ فرمائے۔ پھر فرمایا کہ اَلَا لِیُبَلِّغِ الشَّاھِدُ الْغَائِبَ یعنی اے حاضرین! تمہارا فرض ہے کہ میری یہ باتیں ان کو پہنچا دو جو اس مجلس میں حاضر نہیں۔ اس پر حضور نے یہ خطبہ ختم فرمایا اور چار روز کے بعد حضور واپس مدینہ تشریف لے گئے جہاں اس خطبہ سے اٹھاسی دن بعد حضورؐ کا وصال ہو گیا اور حضور اس ناپائیدار دنیا کو چھوڑ کر اس دائمی زندگی کے گھر میں اپنے سب سے محبوب اور حقیقی رفیق کے حضور میں جا پہنچے۔

حجۃ الوداع

حضور کے اس حج کو حجۃ الوداع یعنی رخصت کا حج کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کو حجۃ الوداع کے نام سے دھوکا لگتا ہے کہ حضور نے شاید کئی حج کئے۔ جن میں سے ایک کا نام حجۃ الوداع ہے۔ مگر ایسا نہیں۔ کیونکہ حضور نے اسلام میں حج کے فرض ہونے کے بعد صرف ایک حج کیا اور حضور کا یہ حج بسبب اس کے کہ اس میں حضور نے اپنی وفات کے قریب ہونے کا اعلان کیا اور بسبب اس کے کہ اس میں تمام لوگوں کو جمع کر کے بہت سی نصیحتیں کر کے رخصت کیا۔ حجۃ الوداع یعنی رخصت کا حج کہلایا۔ اے میرے خدا! مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس امر کی توفیق عطا فرما کہ ہم ہر مسلمان کے خون، مال اور عزت کو اسی طرح حرام بلکہ اس سے بڑھ کر حرام سمجھیں جس طرح قدیم سے عرب لوگ ذوالحجہ مہینہ کی حرمت بالخصوص اس کی دسویں تاریخ کی حرمت پھر خاص کر بَلَدُ اللّٰہِ الْحَرَام کی حرمت کو مانتے، تسلیم کرتے اور قائم کرتے تھے۔ اے اللہ تو ایسا ہی کر۔ آمِیْنَ یَارَبَّ الْعَالَمِیْن

(روزنامہ الفضل قادیان 21 فروری 1940ء)

یوم العرفات کو دعا۔خطبہ الہامیہ کا نشان اور قربانی کی حقیقت

(از ملفوظات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

11اپریل 1900ء

یوم العرفات کو دعا

(یوم العرفات کو علی الصبح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بذریعہ ایک خط کے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو اطلاع دی)

’’میں آج کا دن اور رات کا کسی قدر حصہ اپنے اور اپنے دوستوں کے لئے دعا میں گزارنا چاہتا ہوں،اس لئے وہ دوست جو یہاں پرموجود ہیں۔اپنا نام مع جائے سکونت لکھ کرمیرے پاس بھیج دیں،تا کہ دعا کرتے وقت مجھے یاد رہے۔‘‘

اس پرتعمیل ارشاد میں ایک فہرست احباب کی ترتیب دے کرحضورؑ کی خدمت میں بھیج دی گئی۔اس کے بعد اور احباب باہر سے آگئے۔جنہوں نے زیارت اور دعا کے لئے بے قراری ظاہر کی اور رقعے بھیجے شروع کر دیئے۔حضور نے دوبارہ اطلاع بھیجی کہ

’’میرے پاس اب کوئی رقعہ وغیرہ نہ بھیجے۔اس طرح سخت حرج ہوتا ہے۔‘‘

مغرب اورعشاء میں حضور تشریف لائے جوجمع کر کے پڑھی گئیں۔بعد فراغت فرمایا:۔

’’چونکہ میں اللہ تعالیٰ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ آج کا دن اور رات کا حصہ دعاؤں میں گزاروں۔اس لئے میں جاتا ہوں تا کہ تخلف وعدہ نہ ہو۔‘‘

یہ فرما کرحضور تشریف لے گئے اور دعاؤں میں مشغول ہوگئے۔دوسری صبح عید کے دن مولوی عبد الکریم نے اندر جا کر تقریر کرنے کے لئے خصوصیت سے عرض کی۔اس پر حضور نے فرمایا:’’خدا نے ہی حکم دیا ہے۔‘‘اور پھر فرمایا کہ

’’رات کو الہام ہوا ہے کہ مجمع میں کچھ عربی فقرے پڑھو۔میں کوئی اور مجمع سمجھتا تھا۔شاید یہی مجمع ہو۔‘‘

خطبہ الہامیہ کا نشان

یہ خطبہ جو اللہ تعالیٰ کے القاء وایماء کے موافق حضور نے عربی زبان میں پڑھا۔یہ خطبہ آیات اللہ میں سے ایک زبردست آیت اور لا نظیر ہے جو ایک عظیم الشان گروہ کے سامنے پورا ہوا،اور’’خطبہ الہامیہ‘‘ کے نام سے شائع فرما دیا گیا۔

جب حضرت اقدسؑ عربی خُطبہ پڑھنے کے لئے تیار ہوئے،توحضرت مولوی عبدالکریم صاحب اورحضرت مولوی نورالدین صاحب کوحکم دیا کہ وُہ قریب تر ہوکر اس خطبہ کو لکھیں۔جب حضرات مولوی صاحبان تیار ہوگئے،توحضورؑ نے یاعباداللہ کے لفظ سے عربی خطبہ شروع فرمایا۔

اثناء خطبہ میں حضرت اقدسؑ نے یہ بھی فرمایا:۔

’’اب لکھ لو پھر یہ لفظ جاتے ہیں۔‘‘

جب حضرت اقدسؑ خُطبہ پڑھ کر بیٹھ گئے،تواکثراحباب کی درخواست پر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اُس کا ترجمہ سُنانے کے لئے کھڑے ہوئے۔اس سے پیشتر کہ مولانا موصوف ترجمہ سُنائیں،حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

’’اس خُطبہ کو کل عرفہ کے دن اور عید کی رات میں جو مَیں نے دُعائیں کی ہیں۔ان کی قبولیت کے لئے نشان رکھا گیا تھا کہ اگر میں یہ خُطبہ عربی زبان میں ارتجالاً پڑھ گیا،تو وہ ساری دُعائیں قبول سمجھی جائیں گی۔الحمدللہ کہ وُہ ساری دُعائیں بھی خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق قبول ہوگئیں۔‘‘

سجدۂ شکر اور اس کی قبولیت

ابھی مولانا عبدالکریم صاحب ترجمہ سُنا رہے تھے کہ حضرت اقدسؑ فرطِ جوش کے ساتھ سجدۂ شکر میں جاپڑے۔حضورؑ کے ساتھ تمام حاضرین نے سجدۂ شکرادا کیا۔سجدہ سے سر اُٹھا کرحضرت اقدسؑ نے فرمایا:

’’ابھی مَیں نے سُرخ الفاظ میں لکھا دیکھا ہے کہ ’’مبارک‘‘ یہ گویا قبولیت کا نشان ہے۔‘‘

12اپریل 1900ء

حضرت اقدسؑ کی دلی آرزو

حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلی آرزو اور تمنا رہتی ہے کہ ہمارے احباب کو یہاں دارالامان میں بار بار آنے کا موقع ملے اور اس طرح پر یہاں رہ کر ہر ایک شخص کو اپنے تزکیۂ نفس اور اور تصفیۂ باطنی اور تجلیۂ رُوح کے لئے عملی ہدایتیں مل سکیں۔اس غرض کے پورا کرنے کے لئے آپؑ نے سال میں تین جلسے مقرر کر رکھے ہیں:عیدین اور بڑے دن کی تعطیلوں میں۔

روئداد جلسہ عیدالاضحیہ درج ذیل ہے:

آنحضرتؐ اور مسیح موعودؑ کی عید الاضحیہ سے مناسبت

فرمایا:۔

’’آج عید الاضحیٰ کا دن ہے اور یہ عید ایک ایسے مہینے میں آتی ہے،جس پر اسلامی مہینوں کا خاتمہ ہوتا ہے۔یعنی پھرمحرم سے نیا سال شروع ہوتا ہے۔یہ ایک سِرّ کی بات ہے کہ ایسے مہینہ میں عید کی گئی ہے۔جس پر اسلامی مہینہ کا یا زمانہ کا خاتمہ ہے۔اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ اس کو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آنے والے مسیحؑ سے بہت مناسبت ہے۔وہ مناسبت کیا ہے؟ایک یہ کہ ہمارے نبی کریم مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آخر زمانہ کے نبی تھے اور آپؐ کا وجود باجود اور وقت بعینہٖ گویا عیدالضحیٰ کا وقت تھا؛چنانچہ یہ امر مُسلمانوں کا بچہ بچہ بھی جانتا ہے کہ آپؐ نبی آخرالزمان تھے اور یہ مہینہ بھی آخرالشہور ہے،اس لیے اس مہینہ کو آپؐ کی زندگی اور زمانہ سے مناسبت ہے۔

دُوسری مناسبت۔چونکہ یہ مہینہ قربانی کا مہینہ کہلاتا ہے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی حقیقی قربانیوں کا کامل نمونہ دکھانے کے لئے تشریف لائے تھے۔جیسے آپ لوگ بکری،اُونٹ،گائے،دُنبہ ذبح کرتے ہو،ایسا ہی وُہ زمانہ گذرا ہے،جب آج سے تیرہ سو سال پیشتر خدا تعالیٰ کی راہ میں انسان ذبح ہوئے۔حقیقی طور پرعیدالضحیٰ وُہی تھی اور اُسی میں ضحیٰ کی روشنی تھے۔

قربانی کی حقیقت

یہ قربانیاں اس کا لُب نہیں۔پوست ہیں۔روح نہیں جسم ہیں۔اس سہولت اور آرام کے زمانے میں ہنسی خوشی سے عید ہوتی ہے اور عید کی انتہا ہنسی خوشی اور قسم قسم کے تعیّشات قرار دیئے گئے ہیں۔عورتیں اسی روز تمام زیورات پہنتی ہیں۔عمدہ سے عمدہ کپڑے زیب تن کرتی ہیں۔مرد عمدہ پوشاکیں پہنتے ہیں اورعمدہ سے عمدہ کھانے بہم پہنچاتے ہیں اور یہ ایسا مسرت اور راحت کا دن سمجھا جاتا ہے کہ بخیل سے بخیل انسان بھی آج گوشت کھاتا ہے۔خصوصاً کشمیریوں کے پیٹ تو بکروں کے مدفن ہو جاتے ہیں۔گو اور لوگ بھی کمی نہیں کرتے۔الغرض ہرقسم کے کھیل کود۔لہو ولعب کا نام عید سمجھا گیا ہے،مگر افسوس ہے کہ حقیقت کی طرف مطلق توجہ نہیں کی جاتی۔

عید الاضحیہ کی حقیقت

درحقیقت اس دن میں بڑا سِر بویا گیا تھا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جس قربانی کا بیج بویا تھا اورمخفی طور پر بویا گیا تھا،آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کے لہلہاتے کھیت دکھائے۔حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے ذبح کرنے میں خدا تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں دریغ نہ کیا۔اس میں مخفی طور پر یہی اشارہ تھا کہ انسان ہمہ تن خدا کا ہو جائے اور خدا کے حکم کے سامنے اُس کی اپنی جان،اپنی اولاد،اپنے اقرباواعزا کا خون بھی خفیف نظر آوے۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو ہر ایک پاک ہدایت کا کامل نمونہ تھے،کیسی قربانی ہوئی۔خونوں سے جنگل بھر گئے۔گویا خُون کی ندیاں بہہ نکلیں۔باپوں نے اپنے بچوں کو،بیٹوں نے اپنے باپوں کو قتل کیا۔اور وہ خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور خدا کی راہ میں قیمہ قیمہ اور ٹکڑے ٹکڑے بھی کیے جاویں،تو ان کی راحت ہے۔مگر آج غور کر کے دیکھو کہ بجزہنسی اورخوشی اور لہو ولعب کے روحانیت کا کونسا حصہ باقی ہے۔یہ عید الاضحیہ پہلی عید سے بڑھ کر ہے اور عام لوگ بھی اس کو بڑی عید تو کہتے ہیں،مگرسوچ کر بتلاؤ کہ عید کی وجہ سے کسی قدر ہیں۔جو اپنے تزکیۂ نفس اور تصفیۂ قلب کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور روحانیت سے حصہ لیتے ہیں اور اُس روشنی اور نور کو لینے کی کوشش کرتے ہیں جو اس ضحیٰ میں رکھا گیا ہے۔عید رمضان اصل میں ایک مجاہدہ ہے اور ذاتی مجاہدہ ہے اور اس کا نام بذل الروح ہے۔مگر یہ عید جس کو بڑی عید کہتے ہیں،ایک عظیم الشان حقیقت اپنے اندر رکھتی ہے اور جس پر افسوس!کہ توجہ نہیں کی گئی۔خدا تعالیٰ نے جس کے رحم کا ظہور کئی طرح پر ہوتا ہے۔اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہ بڑا بھاری رحم کیا ہے کہ اوراُمتوں میں جس قدر باتیں پوست اورقشر کے رنگ میں تھیں،اُن کی حقیقت اس اُمت مرحومہ نے دکھلائی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد اول صفحہ 326-327)

ضروری اعلان

قارئین روزنامہ الفضل آن لائن لندن کی خدمت میں اطلاعاًعرض ہے کہ بوجہ رخصت عیداضحیہ مورخہ31؍جولائی اور یکم اگست 2020ء کو اخبار شائع نہیں کیا جائے گا۔

(ادارہ)

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE

www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION | Download on the App Store | ANDROID APP ON Google play

اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء
درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
+44 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

اب وہ دن بہت قریب ہے کہ اس سفر کے لئے ریل تیار ہو جائے گی (حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

’’حرمین ہائی سپیڈ ریلوے‘‘ قطار الحرمین السریع

(ابو العالیان)

آخری زمانہ اور مسیح موعود و امام مہدی کی کئی نشانیاں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمائی ہیں اور ان کی تفصیل یا اعادہ آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ ایسی ہی ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

’’چوتھا نشان۔ ایک نئی سواری کا نکلنا ہے جو مسیح موعود کے ظہور کی خاص نشانی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے وَاِذَا الۡعِشَارُ عُطِّلَتۡ (التکویر :5) یعنی آخری زمانہ وہ ہے جب اونٹنیاں بیکار ہوجائیں گی۔ اور ایسا ہی حدیث مسلم میں ہے ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا۔ یعنی اس زمانہ میں اونٹنیاں بے کار ہوجائیں گی اور کوئی اُن پر سفر نہیں کرے گا۔ ایام حج میں مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف اونٹنیوں پر سفر ہوتا ہے۔ اب وہ دن بہت قریب ہے کہ اس سفر کے لئے ریل تیار ہو جائے گی تب اس سفر پر یہ صادق آئے گا کہ لیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 23۔ حقیقۃ الوحی صفحہ نمبر 206)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آپؑ تک بھی خبر پہنچی کہ ریل کا ایک منصوبہ حجاز کے علاقہ میں شروع ہونے والا ہے چنانچہ ریل کا یہ منصوبہ 1908ء میں شروع ہوکر 1920ء کے قریب ختم ہوگیا۔ گویا ایک رنگ میں تو اس زمانہ میں یہ ایک ناممکن بات بظاہر پوری ہوگئی۔ لیکن حضور علیہ السلام کا یہ فرمانا کہ ’’اب وہ دن بہت قریب ہے کہ اس سفر کے لئے ریل تیار ہو جائے گی تب اس سفر پر یہ صادق آئے گا کہ لیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا۔‘‘ ایک صورت میں تو گزشتہ نصف صدی سے زائد عرصہ سے عملی طور پر اونٹ کے سفر کو ترک کر کے دیگر ذرائع موٹر کار وغیرہ کے استعمال سے پورا ہو چکا ہے لیکن اب باقاعدہ طور پر ایک ’’حرمین ہائی سپیڈ ریلوے‘‘ کا افتتاح بھی عمل میں آچکا ہے۔ 25/ستمبر 2018ء کو سعودی فرمانروا ملک سلیمان بن عبد العزیز نے اس کا افتتاح کیا مگر باقاعدہ عوام کے لئے ٹرین کا آغاز 11/اکتوبر 2018ء کو ہوا، اور فی الحال مکہ سے مدینہ کے درمیان یہ ریل ہفتہ کے چند دن اور مخصوص اوقات میں چلتی ہے۔

آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے مولد و مسکن میں جانے کا تصور ہی ایک خاص کیفیت طاری کر دیتا ہے۔ جب یہ ارادہ بنا تو معاً یہ خیال بھی دل میں آیا کہ کیوں نہ وہاں گزشتہ سال ہی جاری ہونے والی ریل پر بھی سفر کیا جائے۔ گو کہنے کو تو یہ دیگر سفروں کی طرح کا ایک سفر ہی تھا مگر اس میں مضمر صداقت مصطفوی ﷺ اور مسیح موعود علیہ السلام کا جو عنصر شامل ہے وہ بھی ایک عجیب حالت کر دیتا ہے۔ آپ کا بھی اگر مکہ مدینہ سفر کرنے کا ارادہ ہو تو ضرور اس ریل کا سفر کریں۔ ٹکٹ درج ذیل لنک سے بک کروا سکتے ہیں اس کے لئے آپ کے پاس اپنا پاسپورٹ نمبر ہونا ضروری ہے۔ اس بات کا خیال رہے کہ فی الحال یہ سہولت ہفتے کے تمام دن میسر نہیں ہے۔ اس لئے اپنے پروگرام کو اسی طرح فائنل کریں کہ آپ کے مطلوبہ دن آپ بذریعہ ٹرین سفر کرسکیں۔

www.sar.com.sa

مسجد حرام سے بذریعہ ٹیکسی 10 سے 15منٹ میں ٹرین سٹیشن پہنچا جاسکتا ہے اور کرایہ 20ریال سے 50ریال جہاں آپ ڈرائیور کو راضی کرلیں۔ ٹرین سٹیشن کو دیکھ کر دور سے ہی ہوائی اڈے کا گمان ہوتا ہے اور اندر تو ماحول کسی ہوائی اڈے سے کم نہیں۔ کچھ دیر پہلے پہنچیں اور سٹیشن کو بھی دیکھیں۔ آپ کو سیکیورٹی کے بھی تین دروازوں سے گزرنا ہو گا۔ ٹکٹ پر لکھی کوئی ممنوعہ شے نہ لے کر جائیں البتہ بیگ سائز اور وزن میں فی الحال سختی نہیں مگر احتیاط ضروری ہے۔ ٹکٹ وہاں پہنچ کر بھی لیا جاسکتا ہے لیکن آپ نے کیونکہ روز روز تو جانا نہیں اس لئے آن لائن بکنگ ہی بہتر معلوم ہوتی ہے۔ مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے درمیان میں بس دو ہی سٹیشن آتے ہیں پہلے جدہ اور پھر مدینۃ الملک عبد اللہ الاقتصادی۔ ٹرین کی سپیڈ 200 کلومیٹر فی گھنٹہ تک جاتی ہے۔ اس سفر کے دوران اگر آپ کے ذہن میں یہ حدیث ہو جس میں آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ نے فرمایا تھا کہ ’’ولیترکن القلاص فلا یسعیٰ علیھا۔ یعنی اس زمانہ میں اونٹنیاں بے کار ہوجائیں گی اور کوئی اُن پر سفر نہیں کرے گا۔‘‘ ایک تو اس نظر سے انسان راستے کا جائزہ لیتا جاتا ہے کہ کیا واقعی اب اس علاقے میں اونٹ بطور سواری کے استعمال نہیں ہوتا۔ خاکسار کا تجربہ تو یہی رہا کہ صرف ایک موقع پر کچھ ایسی بدوؤں کی آبادی نظر آئی جہاں اونٹ بھی تھے اس کے علاوہ اس 453 کلومیٹر کے مکہ سے مدینہ کے راستے میں اونٹ نظر بھی نہیں آتے بلکہ جگہ جگہ مختلف انڈسٹریز، سڑکیں، آبادیاں یا پھر اکثر حصہ لق و دق صحرا پر مشتمل تھا۔ اگر آپ ٹرین کے اندر موجود سکرین پر غور کریں اور آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے سفر ہجرت کے راستے کو ذہن میں لائیں تو اس میں کچھ نہ کچھ مماثلت اس پہلو سے نظر آتی ہے کہ ٹرین کا راستہ بھی بحرِ احمر کے قریب سے ہوتا ہوا جاتا ہے۔ بہر حال اصل بات یہ ہے ہر پہلو سے دل و دماغ پر سید وُلدِ آدم حضرت محمد مصطفی ﷺ کا خیال ہی حاوی رہتا ہے۔ یہ سکرین آپ کو سفر کے ہر لمحے کی خبر دیتی رہتی ہے۔ بوگی نمبر، تاریخ، وقت، رفتار، کتنا سفر طے ہوگیا ہے، آنے والا سٹیشن اور خاص طور پر خانہ کعبہ کس طرف ہے۔

’’حرمین ہائی سپیڈ ریلوے‘‘ کی ٹرینیں دنیا کی بہترین ٹرینوں میں سے ہیں۔ ہر لحاظ سے اس میں سہولت کا خاص خیال رکھا گیا ہے اور اگر آپ کی دورانِ سفر سعودی عرب میں رہنے والے کسی فرد سے بات بھی ہو تو آپ کو اندازہ ہو گا کہ کرایہ بھی نہ صرف ایک عام آدمی کی استطاعت میں بلکہ اگر آپ نے اکیلے مکہ سے مدینہ جانا ہو تو ٹرین ہی سفر کا سستا ذریعہ ہے۔ اس بات کا بیان اس لئے بھی ضروری ہے کہ حدیث میں سہولت اور آرام کا ہی ذکر مذکور ہے۔ ٹرین کے اندر کنٹین کا بھی انتظام ہے جس سے آپ اس مختصر سفر کے دوران چائے، کافی، جوس اور دیگر کھانے پینے کی اشیاء خرید سکتے ہیں۔

ہمارے سفر کا آغاز صبح 8/بجے ہوا تھا اور اختتام 11 بج کر 5منٹ پر ہوا۔ یقیناً یہ زندگی کا ایک یادگار سفر تھا، اس ٹرین کا سفر جس کی پیش گوئی حضرت محمد مصطفی ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پہلے دی تھی اور اس ٹرین کا مکہ و مدینہ کے درمیان جاری ہونا صداقت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک دلیل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ’’سوچ کر دیکھو کہ جب مکّہ اور مدینہ میں اُونٹ چھوڑ کر ریل کی سواری شروع ہوجائے گی تو کیا وہ روز اِس آیت اور حدیث کا مصداق نہ ہوگا؟ ضرور ہوگا۔ اور تمام دل اُس دن بول اُٹھیں گے کہ آج وہ پیشگوئی مکّہ اور مدینہ کی راہ میں کُھلے کُھلے طور پر پوری ہوگئی۔ ہائے افسوس اس نام کے مسلمانوں پر کہ جو نہیں چاہتے کہ (میرے بغض کی وجہ سے) آنحضرت ﷺ کی کوئی پیشگوئی پوری ہو۔‘‘

(روحانی خزائن جلد 23 چشمہء معرفت حاشیہ صفحہ 81)

اللہ تعالیٰ اہل عرب، مسلمانوں اور تمام بنی نوع انسان کو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

☆ ... ☆ ... ☆

طلوع وغروب آفتاب

غروب آفتاب	طلوع فجر	30جولائی2020ء
19:01	04:30	مکہ مکرمہ
19:07	04:23	مدینہ منورہ
19:27	04:10	قادیان
19:06	03:50	ربوہ
20:52	03:56	اسلام آباد ٹلفورڈ